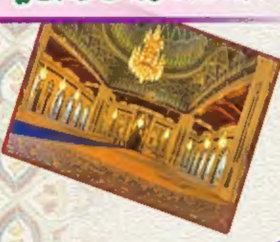
ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ

شمارہ 12۔ ذیقعد ۱۴۳۴ھ ستمبر 2013ء۔ جلد 13

شہدائے اُحد
اور
عقائدِ اہلسنّت

نمازِ حنفی
قرآن و حدیث کی روشنی میں





روضہ سیدہ زینب
اور
مزارِ خالد بن ولید پر حملے



نماز آیات و روایات کی روشنی میں

عورت اسلام اور دیگر مذاہب میں



ایک اور معرکہ
حق یا طل؟



مسائل دینیہ
دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل حل

قادیانیت پر ایک طائرانہ نظر

فہرست

نعت شریف

نہیں کچھ بجز لطف چارہ ہمارا
کرم ، ہاں کرم ہے سہارا ہمارا
تمہارے ہی ٹکڑوں پہ اب تک پلے ہیں
کہاں اور ہو گا گزارا ہمارا
شہنشاہ لوح و قلم التجا ہے
نصیبہ جگا دو خدارا ہمارا
یہاں دین و ایماں ، وہاں عفو و غفراں
یہ کس نے مقدر سنوارا ہمارا
یہی ہے عقیدہ ، یہی ہے رویہ
خدا کو جو پیارا ، وہ پیارا ہمارا
ہجوم الم میں اُسی کو پکارا
وہی ہے سہارا تمہارا ہمارا
تمہارے جلو میں ہیں جب چاند تارے
تو گردش میں پھر کیوں ہے تارا ہمارا
نہیں ہے نہیں نہاں کوئی گوشہ
عیاں تم پہ ہے حال سارا ہمارا

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

یونس - ۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

ایک اور معرکۂ حق و باطل ....؟

سعید آسوی کے قلم سے

۶ ستمبر کا دِن پاکستان کی تاریخ میں ایک نہایت ہی درخشاں دِن ہے۔ یہ دِن ہمیں یاد دلاتا ہے اُن شہیدانِ ملّت کی، جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے تھے اور اُن کا تیاپانچہ کرتے ہوئے غازۂ شہادت سے اپنے رُخِ زیبا کو گلنار کر کے اُن ازلی سعادتوں سے بہرہ یاب ہو گئے جو منعمِ حقیقی نے ان کے لیے بطور انعام مقرّر کر رکھی تھیں...... یہ دِن یاد دلاتا ہے اُن سر بکف اور کفن بدوش غازیوں کی جو تاریخ اسلام کو ماضی کے دُھندلکوں سے نکال کر زمانہ حال میں لے آئے تھے...... ہوا یہ کہ ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت نے بغیر کسی اطلاع کے بالکل چوہوں کی طرح پاکستان کے بارڈر پر حملہ کر دیا اور کچھ آگے بھی نکل آیا۔ بس پھر کیا تھا، پاکستان کی شیر دل افواج لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا وِرد کرتے ہوئے دُشمن پر جھپٹ پڑیں اور چند دنوں کے اندر اُن کے عزائم کے ہمالہ کو مٹّی کا ڈھیر بنا کر رکھ دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بھارت کی بُزدِل اور چور فوج دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئی، اور قرآن کے اِس فرمان کی حقیقت ایک مرتبہ پھر مسلمانوں پر واضح ہو گئی کہ:

وَلَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo....... (آلِ عمران:۱۳۹)

ترجمہ: اور نہ سُستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

ہماری اِسلامی تاریخ اِس بات پر شاہد ہے کہ مسلمان کا سب سے اہم اسلحہ 'سامان' نہیں بلکہ 'ایمان' ہے۔ اور اہلِ اسلام نے ہمیشہ اسی جذبۂ ایمانی سے دُشمن کو مات دی۔ لاتعداد واقعات میں سے صرف ایک ملاحظہ کیجئے:

حضرت طارق بن زیاد اپنے مُٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ ساحلِ اندلس پر اُترتے ہیں اور دُشمن پر حملہ آور ہو کر اس سرزمین پر اسلام کی فتح و نُصرت کا جھنڈا لہرانا چاہتے ہیں، لیکن سپاہی ہیں کہ اپنی انتہائی بے سروسامانی اور کفار کی مادّی قوت سے مرعوب و خائف ہو رہے ہیں۔ پھر ساتھ ہی انہیں وطن سے ہزاروں میل کی مسافت کا احساس بھی پست ہمّت کیے دیتا ہے۔ جب طارق بن زیاد اُن کی ذہنی کیفیت اور باطنی اضطراب کو بھانپ لیتے ہیں تو اُن کے سوتے سوتے ہی اُٹھ کر وہ تمام کشتیاں جلا دیتے ہیں، جن کے ذریعے وہ ساحلِ اندلس پر

اترے تھے۔ مُجاہدین صبح سویرے جاگتے ہیں، جب یہ صورتحال دیکھتے ہیں تو اُور بھی مایوس و بددِل ہوتے ہیں اور طارق بن زیاد کے خلاف اُن کے دِل میں باغیانہ جذبات موجزن ہونے لگتے ہیں۔ بہر کیف اِن حالات میں ان کی مُہرِ سکوت ٹوٹتی ہے اور وہ اِس ''خلافِ عقل ودانش'' حرکت پر شِدّت سے احتجاج کرتے ہیں۔ کُشتۂ جُرأت و ایمان سپہ سالار بڑی سنجیدگی سے اُن کے اعتراضات سُنتا ہے اُور پھر جن الفاظ میں انہیں خطاب کرتا ہے، اُس کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے:

''برادرانِ مِلّت! آپ لوگوں کا اضطراب اور خوف وہراس دیکھ کر اور اعتراضات سُن کر مجھے تعجب بھی ہو رہا ہے اُور ہنسی بھی آ رہی ہے۔ آپ حضرات کفّار و مُشرکین کے خلاف محض کثرتِ تعداد اور مادّی ساز و سامان ہی کو سب کچھ سمجھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ قرآن میں کئی جگہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے حُکم سے کتنی ہی چھوٹی چھوٹی جماعتوں کو قُوّتِ ایمان کی برکت سے کفّار کی بڑی بڑی افواج پر فتح و نُصرت عطا کی گئی۔ اور آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ ہم اپنے وطن سے اِس قدر دُور افتادہ مقامات میں نفسانی اور دُنیوی اغراض کے لیے نہیں نکلے ہیں بلکہ خالصتاً دینِ حق کے قیام واستحکام کے لیے۔ اِس بنا پر ہماری فتح وکامرانی اور خلافت فی الارض قرآن میں موعود ہے۔ خدا خود بطورِ عہد فرماتا ہے کہ 'میں اپنی زمین کا وارث اپنے نیک بندوں کو کروں گا'۔ کیا ہم مومن وصالح بندوں کے ساتھ اللہ کے عہد و پیمان کو نا قابلِ اعتماد سمجھ لیں؟... کیا غزوۂ بدر، غزوۂ اُحد اور اسلام کے ابتدائی معرکوں میں بے سروسامانی کے باوجود حسبِ آیاتِ قرآنی مسلمانوں کی امداد افواجِ ملائکہ کے ذریعے نہیں کی گئی تھی؟... اور کیا قِلّتِ تعداد کے باوجود ہمارے آباؤ اجداد کو کفّار کے خلاف پے دَر پے فتوحات حاصل نہیں ہوتی رہیں؟... پس اِن شیطانی وسوسوں کو چھوڑو، مخلوق کا خوف وہراس دِل سے نکال دو اور جب ہم اِسلام کی فتح و نُصرت ہی کے لیے گھروں سے نکلے ہیں تو یقین رکھو کہ سرزمینِ اندلس میں اِسلام ہی کے جھنڈے لہرائیں گے۔ ہم ہر خطّۂ زمیں کے اِس لیے جائز وارث ہیں کہ ہم وہاں حکومتِ الٰہیہ قائم کرنا چاہتے ہیں اور نوعِ انسانی کو ربِّ واحد کے سامنے جُھکانا چاہتے ہیں۔ ہاں! میں نے کشتیاں اِس لیے جلائی ہیں کہ ہم دُشمن کی کثرتِ تعداد اور جنگی ساز و سامان سے مرعوب ہو کر گھروں کو واپس جانے کی نہ سوچیں، بلکہ کفّار کے خلاف 'بُنیانِ مرصوص' بن کر جہاد کریں۔ اور پھر راہِ خدا میں مرجانے پر ہمارے لیے مرتبۂ شہادت مقدّر ہے ورنہ زندہ رہ جانے پر بھی غازیانِ دین تو ہیں ہی۔ ہم میں سے ہر مُجاہد رسول اللہ ﷺ کی طرح یہ اصول پیشِ نظر کیوں نہ رکھے کہ 'میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت صرف ربّ العٰلمین کے لیے ہے اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے'۔ یہ ہمارے لیے ہی تو فرمایا گیا ہے کہ اگر تم (میدانِ جہاد میں) اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور (کفّار کے خلاف) تمہیں ثابت قدم رکھے گا''۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اپنے سپہ سالار کی یہ تقریر سُن کر مُجاہدین کے رَگ و پے میں ایمان ویقین، عزم وہمّت اُور توکل علی اللہ کی بجلیاں دوڑ گئیں اُور وہ مادی اسباب سے نگاہیں بُلند کر کے خدائے برحق کی آسمانی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے دُشمن کے لشکر پر حملہ آور ہوئے، جان توڑ کر لڑے، فتح وکامرانی حاصل کی اُور سرزمینِ اندلس پر پہلی مرتبہ اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ علاّمہ اقبال نے اِس واقعہ کو کس قدر بلیغ اور موَثر انداز میں نظم فرمایا ہے:

طارق چو برکنارۂ اندلس سفینہ سوخت — گفتند کارِ تو بہ نگاہِ خرد خطاست!

دُوریم از سوادِ وطن باز چوں رسیم؟ — ترکِ سبب زروئے شریعت کجا است؟

خندید و دستِ خویش بہ شمشیر بُرد و گفت — ''ہر مُلک مِلکِ ماست کہ مِلکِ خُدائے ماست''

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو سرزمینِ پاکستان پر لڑی جانے والی جنگ میں بھی یہی صورتحال تھی۔ اِدھر تعداد کم تھی، اُدھر بکریوں کے ریوڑ کی

مانند انبوہِ کثیر تھا..... اِدھر اسلحہ اور ہر قسم کے سامانِ جنگ کی کمی تھی، اُدھر فراوانی ہی فراوانی تھی..... فرق تھا تو جذبۂ ایمانی کا، جو اِدھر وافر تھا اور اُدھر مفقود تھا..... چنانچہ فتح وشادمانی نے ہمارے قدم چومے اور افواجِ پاکستان دُنیا کی بہترین افواج کہلائیں۔ اِس جنگ میں پوری قوم سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند یکدِل ویکجان تھی۔ پوری جنگ کے دَوران کسی نے کسی پر جاسوسی وغدّاری کا الزام نہ لگایا۔ حقیقت یہی ہے کہ اِسلام واہلِ اِسلام کا دُشمن کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، اُس کا مقابلہ ایمانِ کامل اور پھر اِتحاد ویگانگت ہی سے ممکن ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اِس سے محض چھ سال بعد ۱۹۷۱ء میں بھارت نے پھر ٹکر لی، مگر اب نہ جذبۂ ایمانی کی وہ صورتحال تھی اور نہ اِتحاد ویکجہتی کی، چنانچہ مُلک دولخت ہو گیا اور ہمیں رُسوائی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

آج ہندوستان کی 'ناپاک فوج' اِس 'ارضِ پاک' کے عوام اور 'پاک فوج' کو ایک مرتبہ پھر للکار رہی ہے اور آگ وخون کا کھیل کھیلنے کے لیے پَر تول رہی ہے۔ اِس 'ناپاک فوج' نے اوّلاً اپنی ہی حدود میں، اپنے میں سے ہی پانچ 'ناپاک نفوس' کو نہایت بے دَردی سے قتل کیا، اُن کے سَر تَن سے جُدا کیے، (ایک مسلمان ایسا کبھی نہیں کر سکتا) اور پھر الزام پاک فوج پہ دھر دیا۔ اِس خود ساختہ واقعہ کو بہانہ بنا کر تقریباً 20,25 دِن سے ہمارے نکیال سیکٹر (کوٹلی آزاد کشمیر)، شکمہ سیکٹر (سکردو کے قریب)، چکری سیکٹر، راولاکوٹ سیکٹر اور دیگر میں بلا اطلاع بُزدلانہ انداز میں ہمارے متعدّد جوان شہید کر دیئے اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ اِن شہید ہونے والوں میں ایک کیپٹن سرفراز میر (شکمہ سیکٹر) بھی شامل ہیں۔ شاید قدرت (۱۹۶۵ء کا) وہ وقت دوبارہ لانا چاہتی ہے جو ماضی کی آغوش میں جا چکا ہے..... وہ سماں جو عدم کے اندھیروں میں گُم ہو چکا ہے، شاید تقدیر گردشِ دوراں کی طنابیں کھینچ کر اسے دن کے اجالے میں جلوہ طراز کرنا چاہتی ہے..... اور وہ جذبے اور ولولے جو حرص وہوس اور دُنیا پرستی کی نذر ہو چکے، ربِّ ذوالجلال اپنی رحمت اور نبی پاک ﷺ کے تصدّق اُنہیں پھر سے زندہ کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہمارے بُزدل دُشمن نے کوئی حماقت کی تو افواجِ پاکستان اور عوامِ پاکستان لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کے جھنڈے تلے، عشقِ محمد ﷺ کے نشے سے سرشار ہو کر اُس دَور کی یاد آج پھر تازہ کر دیں گے اور جذبۂ ایمانی اور اِتحاد واتفاق کو قائم رکھتے ہوئے دُشمن کو نیست ونابود کر کے رکھ دیں گے۔

تاہم ضرورت ہے اِس امر کی کہ درپیش خطرات سے نبرد آزما ہونے کے لیے پوری قوم تیاریوں میں جت جائے۔ ہمارے حُکمران اور سپہ سالار اِس عزم و اِرادے کا اِظہار کریں کہ ہم مُلک وقوم کے تحفظ ودفاع کے لیے ہر ممکن حد تک جائیں گے۔ صرف قوم ہی سے قربانیاں نہیں طلب کریں گے بلکہ خود بھی وطنِ عزیز کے لیے ہر قُربانی دینے کو ہمہ وقت تیار رہیں گے۔ مسلمان کو یہ زیبا نہیں کہ وہ خدائے لم یزل کی طاقت کے سوا کسی بھی دُنیاوی طاقت سے ڈرے اور ایک سچے مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کرے۔

جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم

دریاؤں کے دِل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

یہ وطن ہے تو ہم ہیں، یہ نہیں تو ہم بھی نہیں۔ اللہ کریم بطفیلِ حبیبِ کریم ﷺ ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین

روضۂ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور
مزارِ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر حملے

.... (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دورِ حاضر میں اسلام کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے کسی بھی باخبر انسان سے پوشیدہ نہیں درست کہا تھا کسی نے کہ **من کان باکیا فلیبک علی الاسلام** یعنی جسے رونا ہو وہ اسلام کے (کے نام لیواؤں) کی حالت پر روئے۔ اسلام کے دشمن ساری دنیا میں باہم متحد ہیں جبکہ مسلمان باہم دست و گریبان ہیں اور یقین کیجئے کہ جہاں جہاں بھی مسلمان آپس میں برسرِ پیکار ہیں، امریکہ اور اس کے حواریوں کی شہ پر اور کہیں ان کی براہ راست دخل اندازی کے سبب ہے۔ مصر میں صدر محمد مرسی کی جمہوری حکومت کا خاتمہ اور عوام و فوج میں خانہ جنگی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی سازش کا ہی شاخسانہ ہے یونہی ملک شام کی روز بروز بگڑتی صورتحال اور اردن و لبنان کے دگرگوں ہوتے حالات بھی امریکی مفادات کے تحفظ کیلئے ہیں

عرب لیگ اور او آئی سی اگر فعال ہوتیں تو مسلم دنیا کے بیشتر مسائل حل ہو چکے ہوتے اور مسلمانوں کو سلامتی کونسل کی نشست مل گئی ہوتی۔ لیکن ان کے رکن ممالک میں اتحاد و یگانگت کی فضا مفقود ہے۔

یوں تو عرصہ دراز سے ہر آنے والا مہینہ اور سال ایک سے بڑھ کر ایک پریشان کن خبر لے کر آ رہا ہے تاہم ماہ جولائی **2013**ء میں پیش آنے والے دو واقعات نے اہل ایمان کے دلوں کو چیر کر رکھ دیا ہے نواسی رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم شہزادی سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا، بنت حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم ہمشیرہ شہید کربلا رضی اللہ عنہ والدہ عون و محمد رضی اللہ عنہ. بمباری کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ اس سانحہ عظیمہ سے محض چند روز بعد شامی فوج ہی نے حمص شہر میں سیف من سیوف اللہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے روضہ پر انوار پر حملہ کر کے مکمل طور پر شہید کر دیا **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔ سیدہ بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسلام کی وہ عظیم المرتبت خاتون ہیں جنکی اسلام کیلئے بے پناہ خدمات ہیں۔ اپنے دو معصوم جگر پاروں کو راہ خدا میں ذبح کرا کے بھی میدان کربلا میں ڈٹے رہنا، پھر اپنے عزیز از جان بھائی اور ان کی اولاد نیز دیگر پیارے رشتوں کو خاک میں تڑپتے دیکھنا پہاڑ سے حوصلے کا متقاضی ہے۔ لیکن سلام ہو عظمت و شان سیدہ پر جس نے دین اسلام کی سربلندی کے لیے ہر زخم سہا۔ یہی نہیں یعنی آپ کی قربانیوں کا سلسلہ یہیں نہیں رک گیا بلکہ تمام پیاروں کو شہید کرا کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے دمشق سفر کی صوبتیں برداشت کرنا اور تا وصال ڈھیروں زخم دل میں چھپاتے ہوئے بھی تقوی و استقامت سے لبریز زندگی گزارنا آپ کی سیرت پاک کا حصہ اور آپ ہی کے شایاں ہے آپ کے مزار پر انور پر مزائل اور مارٹر بموں کے حملے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یزیدان وقت قبر میں بھی آپ کی جان چھوڑنے پہ تیار نہیں اور تف ہے اس شامی فوج پر جس نے امریکہ کے اشارہ ابرو پر مذموم و ملعون کام کر

کے خود کو دو جہاں کی لعنتوں کا مستحق ٹھہرالیا ہے۔ بحمدہ تعالیٰ سیدہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے دشمن اپنے رب کے پاس ہر جگہ بامراد اور خائب وخاسر ہوں گے۔

زینب ترے مزار پہ بارود پھینک کر ظالم سمجھ رہے ہیں فتح یاب ہو گئے
کتنے فنا ہوئے اسی خناس کو لیے ذلت کے بحر میں کئی غرقاب ہو گئے
آل رسول پاک ﷺ پہ اب بھی اسی طرح ہے لشکر یزید پھر ایک بار حملہ زن
پھر دست اہل شر ہے آمادہ ستم پھر قتل ہو رہے ہیں صحابہ علیہم الرضوان کے بھی بدن
لگتا ہے اب بھی خوف ہے آل یزید کو زینب رضی اللہ عنہا کے عزم وجرات وہمت کے نام سے
کر کے تباہ روضۂ زینب کو آج پھر وہ گر گئے ہیں پھر سے بشر کے مقام سے
نہ کم ہوئی تھی اور نہ کم ہو سکے گی آج آل رسول پاک ﷺ کی عظمت خدا گواہ
کل بھی ذلیل ورسوا ہوئے اہلیان شر اب بھی نصیب ہوگی یہ ذلت خدا گواہ

یونہی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خاندانِ قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابہ صغریٰ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھیں۔ یہ بہادری اور فنِ سپہ گری وتدابیر جنگ کے اعتبار سے تمام اصحاب رسول ﷺ میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ۷ھ میں یہ خود مکہ شریف سے مدینہ منورہ جا کر دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور دامن اسلام میں آگئے اور یہ عہد کر لیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کیلئے بے نیام رہے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ وجلال کے ساتھ کفار کے مقابلے میں شمشیر بکف رہے۔ یہاں تک کہ ۸ء میں جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کیا تو اسلامی فوج نے ان کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا اور انہوں نے ایسی جان بازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوگئی۔ اور اسی موقع پر جبکہ یہ جنگ میں مصروف تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے ان کو "سیف اللہ" یعنی اللہ کی تلوار کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ (.... اِلٰی حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ "مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِیْدِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ۔ مشکوۃ باب المعجزات۔ راوی انس بن مالک) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تو انہوں نے ان معرکوں میں بھی خصوصاً جنگ جمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتح ونصرت نے ان کے قدم چومے پھر حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں رومیوں کے ساتھ جنگوں میں بھی انہوں نے اسلامی افواج کی کمان سنبھالی اور بہت عظیم فتوحات حاصل کیں۔ آپ کا نام سنتے ہی شاہان روم وایران پر دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ فقط تین سال کے مختصر عرصہ میں انہوں نے شام اور ایران کے پرخچے اڑا دیئے۔ آپ نے لاتعداد جنگوں میں حصہ لیا اور کبھی شکست نہیں کھائی۔ (اکمال ص ۵۹۳۔ کنز العمال ج ۱۵۔ تاریخ الخلفاء)

حجۃ اللہ علی العلمین س ۸۶۷ بحوالہ بیہقی کی ایک روایت ہے کہ جب حضرت سید خالد بن والید رضی اللہ عنہ نے مقام حیرہ پر، بس اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر لشکر! آپ عجمیوں کے زہر سے بچتے رہیں ہم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو زہر نہ دے دیں۔ آپ نے فرمایا لاؤ میں دیکھ لوں کہ عجمیوں کا زہر کیسا ہوتا ہے؟ لوگوں نے آپ کو دیا تو آپ "بسم اللہ" پڑھ کر کھا گئے اور آپ کو بال برابر بھی ضرر نہیں پہنچا۔ اور "کلبی" کی روایت میں یہ ہے کہ ایک عیسائی پادری عبدالمسیح ایک ایسا زہر لے کر آیا کہ اس کے کھا لینے سے ایک گھنٹہ کے بعد موت یقینی ہوتی ہے۔ آپ نے اس سے وہ زہر مانگ کر اس کے سامنے ہی **بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ**

شیی جی الارض ولا فی السما وهو السمیع العلیم پڑھااوراس زہرکوکھا گئے یہ منظردیکھ کرعبدالمسیح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! یہ اتنا خطرناک زہر کھا کر بھی زندہ ہیں، یہ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔اب بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح کرلو، ورنہ ان کی فتح یقینی ہے۔ چنانچہ ان عیسائیوں نے ایک گرانقدر جزیہ دے کر صلح کرلی۔ یہ واقع خلیفہ اول کے دور خلافت میں ہوا۔

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ اے امیر لشکر! آپ کی فوج میں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں۔آپ نے فوراً تلاشی لینے کا حکم دے دیا۔ایک سپاہی کے پاس سے شراب کی ایک مشک برآمد ہوئی۔آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! اس کو سرکہ بنادے'' چناچہ جب لوگوں نے مشک کا منہ کھولا تو واقعی اس میں سے سرکہ نکلا۔ یہ دیکھ کر وہ سپاہی بول اٹھا، ''خدا کی قسم! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے، ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے اس مشک میں شراب ہی بھر رکھی تھی (حجتہ اللہ علی العلمین ج ۲ ص ۸۶۷)

۲۱ھ میں چند دن بیمار رہنے کے بعد آپ کا وصال ہوگیا وصال سے پہلے اپنی اس شرمندگی کا اظہار کیا کہ میدان جنگ میں شہید نہیں ہوسکا آپ کی زوجہ نے تسلی دی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کو 'سیف اللہ' کا خطاب دے چکے تو اللہ نے آپ سے جو کام لینا تھا لے لیا، اب اسکی مرضی نہیں کہ اللہ کی تلوار کسی کافر کے ہاتھوں کٹے بروقت وصال آپ کے وجود کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جہاں نیزے اور تیر وتلوار کے زخم نہیں تھے جب آپ کو قبر میں اتارا جارہا تھا تو اصحاب رسول علیہم الرضوان تو رو ہی رہے تھے آپ کا گھوڑا اشکر جس پر سوار ہوکر آپ نے تمام جنگیں لڑیں اسکی آنکھیں بھی اشکبار تھیں ایک جانور کا اپنے مالک کی جدائی میں آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کا منظر سب نے دیکھا اور انہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مزار کو آج شہید کردیا گیا لیکن مسلمان کی آنکھ خشک ہے۔

یاد رہے! آپ کا مزار پرانوار ملک شام میں مسلمانوں کی توجہ کا خاص مرکز ہے اسکی تعمیر کئی صدیاں پہلے جبکہ اس سے ملحقہ مسجد کو ۱۳ ویں صدی کے وسط میں تعمیر کیا گیا شامی فوج کا کہنا ہے کہ مزار اور اس سے ملحقہ مسجد کو اس لیے نشانہ بنایا گیا کہ یہاں پر بڑی تعداد میں 'باغی' موجود تھے ارے بدبختو! اگر تمہارے قہر وغضب سے بچنے کیلئے ان مظلوم لوگوں نے مزار و مسجد میں پناہ لی تھی تو تم ان کی وہاں جان بخشی کرکے 'مزار' اور 'مسجد' کے تقدس کو بچا لیتے مگر تم نے وہ کیا جو شیطان وقت امریکہ اور اس کے حواریوں کا منشا تھا ہمارا رب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور خود حضرت خالد بن ولید سیدہ زیب رضی اللہ عنہا کی ارواح تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔مسلمانوں کے جذبات جو مجروح ہوئے اغیار کے جو حوصلے بڑھے اس کا وبال تمہارے سر ہے دیکھتے ہیں خدا کی بے آواز لاٹھی کب حرکت میں آتی ہے اور تمہیں صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔

بہرحال جمیع عالم اسلام کی طرح 'شیران اسلام' کا ہر رکن اور خود سرپرست 'شیران اسلام صاجزادہ پیر محمد عطاء الحق نقشبندی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضور مفکر اسلام قدس سرہ) اس سانحہ پر سراپا احتجاج ہیں اور حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ شامی حکومت سے سخت بازپرس کی جائے اسے کہا جائے کہ مزارات ومساجد کو پہلے سے بہتر حالت میں تعمیر کرے، عالم اسلام سے معافی مانگی جائے اس مذموم فعل کے مرتکب افراد کو عبرتناک سزائیں دی جائیں اور آئندہ اس قسم کے واقعات کی روک تھام کیلئے قوانین متعارف کروائے جائیں۔

تمام مسلمانوں سے بھی اپیل ہے کہ اتحاد واتفاق کی فضا قائم کریں اور اپنے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والوں کے عزائم ناکام بنادیں اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نوٹ: گذشتہ شمارے میں اس مضمون میں پروف ریڈنگ کی غلطیاں پائی گئیں۔تصحیح کے بعد اس کو دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔

قادیانیت پر ایک طائرانہ نظر

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء وہ دن تھا جب قادیانیوں کو یعنی مرزا غلام احمد نامی ملعون کی نام نہاد امت کو پاکستان اسمبلی نے اقلیت قرار دیا۔ یقیناً یہ بڑا اہم فیصلہ تھا، خدا کا شکر ہے آخر کار قوم جیت گئی اور خانہ ساز نبوت کے تار و پود بہت حد تک ہوا میں بکھر گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے، ان میں انتشار پیدا کرنے اور ایک دوسرے سے لڑانے بھڑانے کے لئے جو منصوبے بھی انگریزوں نے بنائے، ان میں سب سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ یہی تھا کہ غدار ابن غدار مرزا غلام احمد نامی کو دعویٰ نبوت کے لئے شہ دی اور اس نے اپنے بدیسی آقاؤں کی رضا کے لئے ختم نبوت کی حدود کو پھلانگنے کی کوشش کی۔

حضور پر نور ﷺ کی بعثت سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام کا جو سلسلہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، چلتا آ رہا تھا۔ جب اللہ کے حبیب نبی آخر الزمان ﷺ کی باری آئی تو اعلان ہوا۔

ماکان محمد اباا حد من رجا لکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین (الاحزاب)

ترجمہ: محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں سب نبیوں میں پچھلے۔

پھر دوسری کئی آیات اور بیشمار روایات سے حضور پر نور ﷺ کا تاجدار ختم نبوت ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے۔ صاف لفظوں میں یہ ارشاد نبوی کہ خاتم النبین کا معنی ہے لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) چونکہ مرزا د قادیانی ملعون کی نبوت ملہم من الانجلیس تھی، لہذا جو ہدایات صدر دفتر سے آتی رہیں، اس کی وحی بنتی رہیں۔ اس نے خود کہا، میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔ انگریزیوں تو اس کی وحی کے ذریعے بڑے بڑے نادر الہام حاصل کرنا چاہتے تھے مگر ان کا اولین مقصود جہاد کی منسوخی تھی۔ آج کل بھی بش اور باقی شیطانوں کو ان آیات جہاد سے بڑی چڑ ہے اور اپنے چیلوں چانٹوں کے ذریعے انھیں قرآن پاک یا کم از کم سکولوں اور کالجوں کے نصاب سے نکلوانے کے درپے ہیں۔

مرزا قادیانی سچے انبیاء کرام علیہم السلام کے برعکس نہایت ہی بدصورت بھی تھا۔ وہ ایک آنکھ سے بھینگا تھا۔ اللہ کے سب نبی خصوصاً آخری نبی علیہ التحیۃ والثناء کی شکل وصورت خود ان کی نبوت و رسالت کی دلیل تھی۔ چنانچہ حضور پر نور ﷺ کی زیارت کرتے ہی یہود کے مشہور عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے انھیں خیالات کا اظہار کیا تھا۔

مرزا قادیانی کی صورت اگر بھدی تھی تو سیرت اس سے بھی گئی گزری تھی۔ دجال (بہت بڑا مکار) اور کذاب (بہت بڑا جھوٹا) تو وہ دعویٔ نبوت ہی سے ہو گیا کیونکہ ایسی شیطنت کا حوصلہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو پرلے درجے کا مکار اور جھوٹا ہو۔ سیرت کے اعتبار سے بھی وہ

شخص سخت گھناؤنا تھا۔ہم اس کی سوانح حیات 'سیرۃ المہدی' ہی سے اقتباسات پیش کریں تو شاید قارئین اسے تعصب پر محمول کریں اور سوچیں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا بھی اتنا غیر ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔مگر کیا کیا جائے جب یہاں دعویٰ نبوت کرنے والا کسی روک ٹوک کو روا رکھتا ہی نہیں، جو منہ میں آتا ہے۔ کہتا ہے، جو جی چاہتا ہے، کھاتا ہے اور جس سے نفس مطمئن ہو دیکھتا ہے۔ فرمایئے شراب پینے والا اور دوسری آوارہ حرکتیں کرنے والا کس منہ سے شرافت کا دعویٰ کرسکتا ہے اور نبوت تو عروج انسانیت کی انتہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے انگریز اپنے مقصد کے چند الہامات شیطانی ہی نہیں اگلوانا چاہتے تھے بلکہ مقام نبوت کے تقدس کو بھی بزعم خویش ضائع کرنا چاہتے تھے۔یعنی دیکھنے والے دیکھ لیں کہ نبی عام انسانوں سے صورت وسیرت کے کسی پہلو سے بھی بلند تر نہیں ہوتا۔اس بات کو ذہین نشین کرانے کے لئے انھوں نے دعویٰ نبوت کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کیا جو دعویٰ شرافت کے بھی لائق نہیں تھا۔اور اگر گونا گوں دعاوی کا مطالعہ کریں تو لگتا ہے جیسے وہ انسان بھی نہیں تھا۔

یہ ایک امر واقع ہے شہر سیالکوٹ کے دامن میں ایک گاؤں ہے جسے بھڈال کہتے ہیں۔چند سال قبل یہاں مسلمانوں اور مرزائیوں کے مابین مناظرہ ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے شجاعت علی مجاہد امیر تحریک شیران اسلام اور مرتدین کی طرف سے ایک مناظر تھا جو ان کے صدر مقام سے بلایا گیا تھا۔ ہمارے مناظر نے کہا صرف اس بات پر مناظرہ ہوگا۔ کہ مرزا قادیانی انسان تھا یا نہیں۔قادیانی مناظر اس مناظرے میں اسے انسان ثابت کرے اور ہم ثابت کرتے ہیں مرزائی اپنے دعاوی کے آئینے میں انسان بھی نہیں مرزا مناظر بار بار یہی کہتا رہا کہ میں تیاری کرکے نہیں آیا۔

یہ کسی تعصب کی بنا پر نہیں بلکہ کوئی شخص اپنی طرف سے اس کے سوانح حیات کا مطالعہ کرکے دیکھ لے، وہ یہ کہنے پر مجبور ہوجائے گا'

'اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی'

حقیقت یہ ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی ادنیٰ سی بے ادبی کا ارتکاب کرنے والا بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور ختم نبوت کا انکار محبوب خدا مظہر کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی بدترین گستاخی ہے، اس کا ارتکاب کرنے والا بھی اسی حساب سے بدترین گستاخ، بدترین کافر، بدترین مرتد اور بدترین باغی، بدترین غدار اور بدترین ملعون ہوتا ہے۔چنانچہ اس کا حسب ونسب دیکھو تو غداری سے داغدار، اس کا بچپن دیکھو آوارہ اس کی تعلیم دیکھو تو مڈل فیل، اس کی بیماریاں دیکھو تو عذاب الٰہی نظر آئیں، اس کی شاعری دیکھو تو سوز سے خالی اور گالیوں سے بھری ہوئی، اس کی نثر دیکھو تو کئی صفحات پر ایک ہی 'لعنت' کا لفظ دہرایا گیا ہے (جس کا خود سب سے زیادہ مستحق ہے) اس کے معاشقے دیکھو تو از حد شرمناک، اس کی پیشگوئیاں دیکھو محمدی بیگم مارکہ'۔کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ جب ایک ایک پیشگوئی جھوٹی ثابت ہورہی ہے تو کیا پڑی ہے مزید پیشگوئیاں کرکے مزید رسوا ہونے کی، ہاں جو شخص 'بے حیا باش وہرچہ خواہی کن' کے مصداق ہوچکا ہو، اسے عزت اور رسوائی سے کیا علاقہ۔اور پھر اس سارے انگریزی ڈرامے کا ڈراپ سین بیت الخلاء میں موت۔اور پھر جس ریل گاڑی کو خرد جال کہتا تھا، اسی پر سوار ہوکر قادیان پہنچا۔

اس ساری بدبودار سوانح عمری کو سامنے رکھیں اور دیکھیں اس کے ساتھ کیا کسی فضیلت کا تعلق ہوسکتا ہے۔نہیں ہرگز نہیں۔تو پھر انگریزوں نے اپنے ایسے سراپا عیب، بندے کو جھوٹے دعویٰ نبوت کے لئے کیوں چنا۔میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سراپا

فضیلت وشرافت، اور پیکران نجابت وطہارت ہوتے ہیں۔ ان کی گفتار ورفتار، سیرت وکردار، افعال واطوار اس بات کی دہائی دیتے ہیں کہ یہ شخص عام انسانوں کی طرح نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے مخصوص وممتاز صلاحیتیں لے کر بزم ہستی میں جلوہ گر ہوا ہے لہٰذا ضد کی وجہ سے کوئی مانے یا نہ مانے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ متاع زندگی ان کی نذر کردو اور ہمیشہ کے لئے ان کے غلام بنے رہو۔ چنانچہ جن سعید روحوں نے ان کے پیغام کو قبول کیا، وہ اسی جذبے سے سراپا اطاعت بن گئے۔

انگریز بد بختوں کو اللہ والوں سے خدا واسطے کا بیر ہے (ہونا تو اللہ والوں کا غلام چاہئے مگر ان کی بدترین شقاوت یہ ہے کہ اللہ والوں کے مخالف ہی رہتے ہیں) ان کی بائبل کا مطالعہ کریں، انبیاء معصومین علیہم السلام کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی گئی ہے، اسے ایک عام شریف آدمی اپنے لئے بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ یہی نہیں، انگریزوں نے یہاں آکر پہلے پہل جو مولوی خریدے تھے، ان کے ذمے بھی یہی کام تھا کہ وہ اللہ کے پاک انبیاء علیہم السلام کو عام سی سطح کا ایک بشر ثابت کریں چنانچہ تنخواہ دار ملا اپنے معیار کے مطابق (دین کی قیمت پر) بھاری تنخواہیں لے کر یہ کام کرتے رہے۔ بہرحال انگریزی سوچ ایسی ہی ہے، چنانچہ مولویوں کے انتخاب یا خریداری کے بعد جب وہ دعویٰ نبوت کرانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے تو انھیں زیادہ 'اعلیٰ نسل' کے ملعونوں کی ضرورت تھی۔ کہتے ہیں یہ انٹرویو ڈی۔سی سیالکوٹ کے دفتر میں ہوا تھا اور اس میں سب سے اول نمبر (امیدوار لعنت) یہی بدبخت مرزا تھا، جس میں سر سے پیر تک خوبی نہیں تھی۔ اور اس انتخاب کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ مقام نبوت کی عظمت ووجاہت کا جو تصور عوام وخواص میں پایا جاتا ہے، اسے بھی دھندلایا جائے اور یہ تصور عام ہو جائے کہ نبی عام سطح کا ہی ایک انسان ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی علم وعمل اور سیرت وکردار کی دوسری زیبائیوں میں اس کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ مگر اللہ کی قدرت دیکھئے نہ مرزے کی نبوت کو پذیرائی ملی اور نہ نبوت کے بارے میں اسلام دشمنوں کے اس تصور کو۔ اس نبوت کا کلمہ انھیں لوگوں نے پڑھا جو حرص وہوس کے پتلے تھے اور اپنے معاشرے میں جو نہایت گھٹیا سمجھے جاتے تھے۔ پھر جن شقی القلب لوگوں نے اسے دنیوی مصالح کی بنا پر (معاذ اللہ) نبی مانا، ان سے ہزاروں گنا وہ لوگ زیادہ تھے اور زیادہ ہیں جو اسے دجال اور کذاب سمجھتے ہیں۔ کون نہیں جانتا، ہمارے آقا ومولا حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو ابوجہل اور ابولہب جیسے بدترین مخالفین بھی الصادق اور الامین کہا کرتے تھے اور اسی سے ملتا جلتا حال ہوتا ہے ہر سچے نبی کا بلکہ صداقت وامانت کے جلوے جب تک ولی میں نہ ہوں، اسے ولایت مل ہی نہیں سکتی۔ بالیقین قرآنی تصور یہی ہے کہ اللہ کے رسول فضائل کے جامع ہوتے ہیں۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض (البقرہ ۲۵۴)

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

دوسرے مقام پر مزید وضاحت فرمادی۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ (الانعام۔۱۲۴)

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

ایک بات خوب ذہن نشین کرلیجئے، جو شخص حضور پرنور ﷺ کا جتنا بڑا گستاخ ہے، اتنا ہی وہ امت مسلمہ کا دشمن وبدخواہ ہے۔ چنانچہ اگر آپ یہ دیکھنا چاہیں کہ ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا دشمن کون ہے، تو زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں، قادیانی ہی اس امت کے سب سے بڑے دشمن وبدخواہ ہیں۔

چنانچہ ان کی دشمنی ان کے نقطہ آغاز ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ کچھ عرصہ بعد تحریک پاکستان شروع ہوگئی تو یہ بھی ادھر تھے جدھر ان کے مالک وخریدار تھے یعنی پاکستان کے خلاف پاکستان ان کی خواہشوں اور کوششوں کے علی الرغم معرض وجود میں آگیا، تو غیرت والنصاف کا تقاضا یہی تھا کہ پاکستان میں قدم نہ دھرتے، انگلستان جاتے یا ہندوستان (کیونکہ انگریزوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کی بجائے ہندوؤں کے ساتھ تھیں) مگر غیرت والنصاف کا خون کر کے یہ پاکستان میں آگئے۔ انھیں یہاں آنے خصوصاً دوسرا مرکز بنانے کی اجازت نہیں دینی چاہئے تھی۔ ہاں ہاں 'قادیان' کے بعد دوسرا مرکز 'ربوہ' کے نام سے پاکستان میں بنانا۔ مسلمانوں کے لئے از حد نقصان دہ حرکت تھی مگر افسوس یہ بھی گوارا کرلی گئی یہی نہیں ظفر اللہ خاں چودھری کو وزیر خارجہ بنا کر دشمنان ملت کی مزید حوصلہ افزائی کی گئی۔ وہ بدبخت چودھری جس نے قائد اعظم علیہ الرحمہ کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور صاف کہہ دیا کہ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر خارجہ سمجھ لو یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر خارجہ۔ کتنے تعجب کی بات ہے، عام مسلمانوں سے خود اپنا فرق کفر واسلام کا سمجھتے ہیں۔ مگر مصلحتاً کوئی انھیں اقلیت قرار دینے کی کوشش کرتا تو سیخ پا ہو جاتے ہیں سمجھتے پھر بھی یہی ہیں کہ مسلمان مسلمان ہیں تو یہ (مرزائی) کافر اور مرزائی (معاذ اللہ) مسلمان ہیں تو مسلمان کافر۔ پچاس کی دہائی میں ان کے خلاف بڑی زوردار تحریک اٹھائی گئی مگر اس وقت کی بے غیرت گورنمنٹ اور فوج کے چند بے غیرت جرنیلوں نے ظلم وتشدد سے اسے روکا۔ پھر بھٹو کے دور میں ربوہ میں ہوائی جہازوں کے ذریعے سلامیاں دی جانے لگیں تو ان کے خطرناک ارادے منظر عام پر آگئے، اور آخر کار ۷ ستمبر کو قومی اسمبلی نے اتفاق رائے سے اقلیت قرار دے دیا۔ ضیاء الحق کے دور میں امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ ہوا جس کی رو سے اسلامی اصطلاحات مثلاً اہل بیت اطہار امہات المومنین، صحابہ کرام، مسجد وغیرہ۔ جیسے الفاظ کسی بھی غیر مسلم کو اپنے مذہب کے حق میں استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔

پاکستان میں بڑے بڑے 'باہوش' حکمران آئے مگر افسوس قادیانیوں کی شرارتوں سے پاکستان اور اہل پاکستان کو بچانے کی طرف کسی نے توجہ مبذول نہ کی۔ یہ بدبخت ہر اسلام دشمن اور پاکستان دشمن کے آلہ کار رہے۔ خصوصاً فوج میں، سیکرٹریٹ میں یا ایٹمی توانائی جیسے اہم پروگراموں میں ان کا شامل ہونا خطرے سے خالی نہیں۔ پاکستان میں، سب جانتے ہیں، کوئی سختی نہیں ہوتی مگر بیرون ملک یہ بدبخت یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ملک پاک میں، ہم سخت مظلوم ہیں۔ لہٰذا جہاں کا چاہیں ویزا حاصل کرلیں انھیں آسانی ہے۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ نصف صدی سے زیادہ عرصے سے جو پراپیگنڈا انھوں نے شروع کر رکھا ہے، کم از کم اس کے مطابق سختی تو ہونی چاہئے۔ پھر ہمارے عوام، بعض تو ایسے غیرتمند ہوتے ہیں کہ اپنا سب کچھ اپنے دین ومذہب پر قربان کر دیتے ہیں، مگر بعض ایسے بے غیرت ہوتے ہیں کہ دین ومذہب کی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اس قسم کے لوگوں کو جب معلوم ہوجاتا ہے کہ خود کو 'قادیانی' ظاہر کر کے ویزا حاصل کرنا آسان ہوجاتا ہے تو یہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ یوں سمجھئے وطن عزیز میں وطن عزیز کے دشمنوں کو جو رعایات ہیں، وہ دوستوں کو نہیں، مگر سوال یہ ہے کہ ایسی صورت حال کب تک جاری رہے گی اور کب تک کارکنان ملک وملت اس طریقے سے کفر وارتداد کی پشت پناہی اور اس کی اشاعت کا سبب بنتے رہیں گے۔

شہدائے احد رضی اللہ عنہم اور عقائد اہل سنت

﴿محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

(بخاری حدیث نمبر ۱۴۸۲۔ مسلم حدیث نمبر ۱۳۹۲۔ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۷۴۶)

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُحد پہاڑ کے اوپر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ساتھ تھے تو پہاڑ ہلنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاؤں سے مارا اور فرمایا: اے اُحد! ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ﷺ، ایک صدیق اور دو شہید رضی اللہ عنہما ہیں۔ (بخاری حدیث نمبر ۳۶۸۶۔ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۶۰۸۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے سب کے انجام سے خبردار ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے دو صحابہ شہید ہو کر وفات پائیں گے۔ وہ واقعی شہید ہوئے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہر چیز آپ کا حکم مانتی ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حکم سے پہاڑ رک گیا۔ اگر انسان اشرف المخلوقات ہو کر آپ کی اطاعت نہ کرے تو کتنے افسوس کی بات ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبل اُحد جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور جبل عیر دوزخ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۶)

حدیث: طبرانی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اُحد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ جب تم اُس کے پاس سے گذرو تو اُس کے درختوں میں سے کچھ کھاؤ اگرچہ خاردار درخت ہی ہو۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۶)

حدیث: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں۔ چار نہریں جنت کی نہروں میں سے ہیں اور چار جنگیں جنت کی جنگوں میں سے ہیں۔ کہا گیا پہاڑ کون سے ہیں؟

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ جنتی پہاڑ ہے، ورقان جنتی پہاڑ ہے، طور جنتی پہاڑ ہے اور لبنان جنتی پہاڑ ہے اور چار نہریں نیل، فرات، سیحان اور جیحان جنتی ہیں اور چار جنگیں بدر، اُحد، خندق اور حنین ہیں۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۲۷)

شہدائے اُحد کی زیارت: اس پہاڑ کے دامن میں جنگ اُحد ہوئی تھی۔ جس میں خود رسول اللہ ﷺ بھی سخت زخمی ہوئے تھے اور تقریباً ستر جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔ جن میں آپ کے چچا سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کم از کم ایک دفعہ وہاں حاضری ضرور دیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جبل احد اور شہدائے احد کی مستقل نیت کریں اور مسنون طریقہ پر شہدائے احد کو پہلے سلام

عرض کریں۔ ان کے واسطے اوران کے ساتھ اپنے واسطے بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت ورحمت کی اور فلاح ورضا کی دُعا کریں اور اللہ ورسول ﷺ کے ساتھ سچی وفاداری اور دین پر استقامت کا اللہ تعالیٰ سے سوال کریں۔

علامہ سمہودی کے بقول وہاں زیارت کے لئے آنے والوں کو چاہئے کہ وہ شہدائے احد پر سلام بھیجنے کے لئے حضرت حمزہ کی قبر یا اس کے شمال مغرب کی سمت ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھیں۔ (ابواب تاریخ مدینہ از شیخ علی حافظ ص ۱۴۴)

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص قبرستان سے گذرا اور اُس نے (۱۱ مرتبہ) قل ہو اللہ اُحد (سورہ اخلاص) پڑھی اور اُس کا ثواب مردوں کو پہنچایا تو اُس شخص کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر دیا جائے گا۔ اور سارے اہل قبور فاتحہ خوانی کرنے والے کے لئے شفاعت کرینگے۔ (شرح الصدور علامہ سیوطی ص ۴۰۳ ۔حاشیہ رد المحتار علی در المختار ج ۲ ص ۵۹۶ ۔بحث قرأت للمیت باب الدفن ۔حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح جلد ۱ ص ۴۱۲ ۔ شرح فتح القدیر جلد ۱ ص ۱۴۳)

حدیث: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے مُردوں پر سورہ یاسین پڑھو۔
(ابوداؤد حدیث نمبر ۳۱۲۱۔ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۴۸۔ مشکوۃ حدیث نمبر ۱۶۲۲ کتاب الجنائز)

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ امام قرطبی فرماتے ہیں: اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ بوقت موت پڑھی جائے دوسرا احتمال یہ ہے کہ قبر کے پاس پڑھی جائے۔
(شرح الصدور ص ۴۰۴) کتاب الروح ص ۳۵۔ السراج الوہاج از نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد جلد ۲ ص ۵۵)

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں: زائر کے لئے یہ مستحب ہے کہ جتنا قرآن میسر ہو، پڑھے اور اس کے بعد دعا مانگے۔ (شرح المہذب) امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر قبر پر قرآن ختم کیا جائے تو افضل ہے۔ (شرح الصدور ص ۴۰۳ ۔ریاض الصالحین کتاب عیادۃ المریض باب الدعاء للمیت بعد دفنہ)

حدیث: امام الوہابیہ ابن قیم لکھتے ہیں: عبدالحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورت بقرہ پڑھی جائے۔ امام احمد بن حنبل پہلے اس کا انکار کرتے تھے مگر جب انہیں حضرت ابن عمر کے اس قول کا علم ہوا تو انہوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔
(کتاب الروح ص ۳۳۔ السراج الوہاج از نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد جلد ۲ ص ۵۵)

عرس صالحین کا ثبوت حضرت عباد بن ابی صالح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال کے شروع میں شہدائے احد کی زیارت کے لئے جاتے اور یہ پڑھتے: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ پھر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی زیارت کرتے رہے۔ (وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۳۲)

عرس پر منبر رکھنے اور وعظ کرنے کا ثبوت: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک روز شہدائے احد پر نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جیسے میت پر نماز پڑھی جاتی ہے پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: میں تمہارا پیش رَو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں "میری تمہاری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اُسے اب بھی اس جگہ پہ کھڑے ہو کر دیکھ رہا ہوں" اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی گئی ہیں یا زمین کی کنجیاں وَاِنِّي وَاللهِ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ اَنْ تُشْرِكُوْ بَعْدِيْ اور بے شک خدا کی قسم! مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ دنیا کی محبت میں پھنس جاؤ گے۔ بخاری حدیث نمبر ۱۳۴۴ کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ علی الشہید۔ بخاری ۴۰۴۲ کتاب المغازی باب غزوۂ اُحد۔ مسلم حدیث نمبر ۲۲۹۶ کتاب

الفضائل۔مشکوۃ حدیث نمبر ۵۹۵۸ کتاب الفضائل باب الوفاۃ۔ابوداؤد حدیث نمبر ۳۲۲۳۔نسائی حدیث نمبر ۱۹۵۳)

جبل الرماۃ (یعنی تیراندازوں والا پہاڑ): مزار سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے جنوب کی طرف دیکھیں تو آپ کو ایک چھوٹا سا پہاڑ نظر آئے گا۔اسی کا نام جبل رماۃ ہے۔جبل رماۃ میں ایک شگاف یا درّہ تھا جس سے دُشمن عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے پچاس تیراندازوں کو جبل رماۃ کی چوٹی پر مورچہ سنبھالنے کا حکم دیا تھا اور حضرت عبداللہ بن جبیر کو ان کا سردار مقرر فرمایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ وہ دُشمن کے گھوڑوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں اور کسی بھی صورتحال میں اپنی جگہ نہ چھوڑیں اور واضح ارشاد فرمایا تھا کہ: اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اُچک لے جائیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑو۔یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دُشمن کو شکست دے دی ہے اور مار کر پامال کر دیا ہے تو اپنی جگہ نہ چھوڑو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔لیکن جب مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو بعض تیراندازوں نے کہا: تمہارے اصحاب غالب آگئے ہیں اب تم کیا دیکھتے ہو؟ عبداللہ بن جبیر نے انہیں نیچے اُترنے سے منع کیا لیکن وہ نہ مانے آپ کے ساتھ صرف دس تیرانداز رہ گئے۔باقی نیچے اُتر گئے۔خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل گھوڑسوار دستے کے کمانڈر تھے۔یہ دستہ مسلم تیراندازوں کی زد میں ہونے سے لڑائی میں حصہ نہ لے سکا تھا۔انہوں نے یہ موقع غنیمت جانا اور پہاڑ پر چڑھ کر عبداللہ بن جبیر اور دسوں سپاہیوں کو شہید کر دیا۔اس کے بعد انہوں نے مسلم فوج پر عقب سے حملہ کیا اور انہیں تلواروں اور نیزوں سے شہید کرنا شروع کیا اور یہ افواہ بھی اُڑا دی کہ محمد ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔مشرکین جو آگے بھاگ رہے تھے وہ بھی واپس پلٹ پڑے اور مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ ہو گیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ زخمی اور ستر صحابہ کرام شہید ہو گئے۔

(بخاری حدیث نمبر ۳۰۳۹ کتاب الجہاد۔سیرت رسول عربی ﷺ ص ۱۷۰۔وفاء الوفاء ص ۲۹۱)

اس جگہ ہمیں سوچنا چاہئے کہ اگر صحابہ کرام سے کوئی لغزش ہو جائے تو فتح ہونے کے باوجود اتنا نقصان اٹھانا پڑتا ہے، ہم اگر حضور ﷺ کی نافرمانی کریں گے تو یہود و نصاریٰ پر کیسے غالب آ سکتے ہیں؟

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نیز صحابہ کرام کے متعلق کسی قسم کی بدگمانی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اللہ نے انہیں معاف فرما دیا'' (سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۵۵)

مفکر اسلام حضرت قبلہ آسی صاحب کا ایک اہم پیغام قوم کے نام

مفکر اسلام حضرت قبلہ آسی صاحب نے ''توحید اور محبوبانِ خدا،، جلد ۳ ص ۷۷ پر غزوہ احد کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جو لائق مطالعہ ہیں اور اس میں قوم کو پیغام یہ دیتے ہیں۔

غزوہ احد میں پہلے پہل مسلمان کامیاب ہوئے اور پھر جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔آخر کیوں؟ حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں سستی کرنے کی بنا پر۔رہتی دنیا کے مسلمانوں کے لئے اس میں یہ سبق پوشیدہ ہے کہ اہل ایمان کی کامیابی حضور ﷺ کی اتباع و اطاعت میں مضمر ہے، اگر معاذ اللہ اس سے بے پرواہ ہو گئے تو فطرت کو ہماری تباہی اور بربادی کی قطعاً پرواہ نہ ہوگی۔آج جو بے دینوں کو سر آنکھوں پر بٹھا کر اسلام کے ساتھ عملاً بغاوت کی جا رہی ہے، اس کا انجام ایک زلزلہ ہی نہیں، نجانے اور کیا کچھ ہوگا۔ہاں ہاں فحاشی و بے حیائی کا جو سیلاب بلا خیز لایا جا رہا ہے، اس کا نتیجہ تباہی بلکہ دو جہاں کی رسوائی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

؎ آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا (توحید جلد ۳ ص ۱۸۰)

سر مبارک کا نشان: دلائل ابی نعیم میں ہے کہ حضور ﷺ کے لئے سخت پتھر ایسے نرم ہو گئے کہ غار بن گئے چنانچہ اُحد کے دن حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک پہاڑ کی طرف مائل کیا تاکہ مشرکین سے اپنا جسم مبارک چھپائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ایسا نرم کیا کہ آپ نے اپنا سر مبارک اس میں داخل کر دیا۔ وہ پتھر اب تک باقی ہے اور لوگ اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی از علامہ توکلی ص ۲۹۳)

جبلِ اُحد کی غار: سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شکل وشباہت میں حضور سید عالم ﷺ سے ملتے جلتے دکھائی دیتے تھے، جب یہ شہید ہوئے تو کفار نے یہ افواہ اڑادی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ شہادت کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو پہچانا۔ سر مبارک پر مغفر تھا، جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکارا ''مسلمانو! تمہیں بشارت ہو، رسول اللہ ﷺ یہ ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے خود بھی مسلمانوں کو پکارا۔ یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی اور آپ ﷺ، حضرت ابو بکر، عمر فاروق، علی المرتضیٰ، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ باقی اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا۔ وہ بار بار ہجوم کر کے حملہ آور ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا: جو انہیں مجھ سے دور کرے۔ اُس کے لئے جنت ہے یا وہ جنت میں میرا ساتھی ہے تو انصار میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور اُن سے قتال کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا، اِسی طرح سات انصاری شہید ہو گئے۔ (مسلم حدیث نمبر ۱۷۸۹) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس کثرت سے رسول اللہ ﷺ پر سے تیر روکے کہ ہاتھ بیکار ہو گیا۔

غزوہ احد میں نبی ﷺ کی مشکل کشائی: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چہرۂ مبارک کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ سامنے کئے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک تیر ان کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈھیلا رُخسار پر آگرا۔ حضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اُس کی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دعا کی ''خدایا! تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اُس نے تیرے نبی (ﷺ) کے چہرے کو بچایا ہے'' پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہو گئی۔ (خصائص کبریٰ)

حضرت عبداللہ بن جحش کی مشکل کشائی: حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یا رسول اللہ ﷺ تلوار ٹوٹ گئی ہے تو آپ ﷺ نے انہیں ایک لکڑی عطا فرمائی اور فرمایا لو اس سے جنگ کرو جب انہوں نے اسے پکڑ کر ہلایا تو وہ تلوار بن گئی تو اسی سے جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (معجزات النبی ﷺ)

ابن قمیہ لعین نے چہرۂ مبارک ایسا زخمی کیا کہ لوہے کے خود کے دو حلقے (کنڈیاں) رُخسار مبارک میں گھس گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا تو دوسرا گر پڑا۔

بے مثل نبی کا بے مثل خون: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور سے خون چوسا اور نگل گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھے آگ کبھی نہیں چھوئے گی

(وفاء الوفاء جلد ۱ ص ۲۹۰۔ سیرتِ رسولِ عربی ص ۱۸۱)

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے غلاموں کو ہدایت فرمائی کہ اس وقت اس مصیبت سے بچنے کی ترکیب یہی ہے کہ جبلِ اُحد کے اونچے مقام پر پناہ لی جائے۔ پس آپ ﷺ نے اپنی فوج کو پسپا ہونے کا حکم دیا اور وہ سب پہاڑ کی اونچی چوٹی پر چڑھ گئے۔ اس حکمت عملی کے اپنانے سے مسلمان شمال، مشرق اور مغرب تین اطراف سے محفوظ ہو گئے۔ اب قریش مکہ ان پر صرف جنوب کی طرف سے حملہ کر سکتے تھے۔ قریش نے ان کی نئی پناہ گاہ پر جنوب سے اپنا حملہ جاری رکھا لیکن اب مسلمان تین اطراف سے محفوظ ہو کر نہ

صرف قریش سے اپنا دفاع کر رہے تھے بلکہ انہیں پسپائی پر مجبور کر رہے تھے۔ پناہ گاہ جبل احد پر ایک اونچا مقام ہے جسے مدینہ منورہ کے لوگ (المہاریس) کہتے ہیں۔ (ابواب تاریخ مدینہ از علی حافظ ص ۱۴۳)

جب رسول اللہ ﷺ شعب پر چڑھے تو اُبی بن خلف سامنے آ کر کہنے لگا "اے محمد ﷺ! اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا" صحابہ کرام نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم میں سے ایک اس کا فیصلہ کر دے۔ تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور خود حضرت حارث بن صمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا۔ جس سے فقط خراش آئی اور لہو نہ نکلا۔ اُبی مذکور مکہ میں حضور ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں ہر روز آٹھ یا دس سیر پختہ جوار کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کرونگا۔ آپ ﷺ فرماتے بلکہ میں انشاء اللہ تم کو قتل کرونگا۔ جب وہ قریش میں واپس آیا تو کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! مجھے محمد ﷺ نے قتل کر دیا ہے۔ وہ کہنے لگے تو بے دل ہو گیا ہے۔ اس خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اُس نے کہا کہ مکہ میں مجھ سے محمد ﷺ نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کرونگا۔ سو اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ پر صرف تھوک بھی دیں تو میں مر جاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے کہ راستے میں مقامِ سرف میں مر گیا۔

جب رسول اللہ ﷺ شعب کے دہانے پر پہنچے تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ (مہراس) کنڈ سے پانی بھر لائے تا کہ حضور ﷺ نوش فرمائیں مگر آپ نے اس میں بو پائی اور نہ پیا۔ حضرت علی نے اس سے حضور ﷺ کے چہرۂ انور سے خون دھویا اور سر مبارک پر گرایا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کا غضب سخت ہے۔ اس قوم پر جس نے اس کے نبی ﷺ کا چہرۂ خون آلود کر دیا۔ (سیرت رسول عربی ﷺ ص ۱۸۵)

حیات الشہداء: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ وہ لوگ جو اللہ کے راستہ مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ سورہ آل عمران

شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: جب احد کے دن تمہارے بھائی شہید کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھیں وہ جنت کی نہروں پر جاتی ہیں اور اس کے پھل کھاتی ہیں اور سونے کی ان قندیلوں کی طرف بسیرا کر لیتی ہیں جو عرش کے سایہ میں آویزاں ہیں۔ جب ان شہدا نے اپنے کھانے پینے اور آرام و راحت کو پایا تو بولے ہمارے بھائیوں کو ہماری طرف سے یہ پیغام کون پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں رزق کھاتے ہیں تا کہ وہ جہاد سے بے رغبت نہ ہو جائیں اور لڑائی کے وقت بزدلی نہ دکھائیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہاری طرف سے یہ پیغام ہم پہنچاتے ہیں تو تب رب تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ وہ لوگ جو اللہ کے راستہ مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔

سورہ آل عمران (ابوداؤد، مشکوۃ ص ۴۷۰-۴۳۹ جلد ۵ کتاب الجہاد حدیث نمبر ۳۶۷۶)

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی شہداء کی روحیں ہر وقت جنت میں ہی رہتی ہیں سیر کرتے وقت بھی اور دوسرے وقت بھی مگر اس کے باوجود ان روحوں کا تعلق ان کی قبور اور مدفون جسموں سے ضرور رہتا ہے، جیسے سورج کی شعاعیں زمین پر پڑتی ہیں مگر سورج سے تعلق رکھتی ہیں، یا ہمارا نورِ نظر آسمان کی سیر کرتا ہے، مگر آنکھ سے بے تعلق نہیں ہو جاتا۔ ورنہ آنکھ اندھی ہو جاتی۔ ارواح شہداء کی لطافت تو ان شعاعوں اور نورِ نظر سے کہیں زیادہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جب شہداء کی روحیں جنت میں ہیں تو قبورِ شہداء کی زیارت اور انہیں سلام کرنا بیکار ہوا۔

(مراۃ شرح مشکاۃ ج ۵ ص ۴۳۹)

غزوہ احد کے پہلے شہید کا رتبہ اللہ کی بارگاہ میں: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے اور فرمایا: اے جابر کیا بات ہے میں تمہیں شکستہ دل دیکھتا ہوں؟ میں نے عرض کیا میرے والد شہید ہو گئے بچے اور قرض چھوڑ گئے۔ فرمایا کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا کس طرح استقبال کیا۔ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو فرمایا: اللہ نے کسی سے بھی کبھی کلام نہ فرمایا مگر پردے کے پیچھے سے اور تمہارے والد کو زندہ کیا تو ان سے روبرو کلام فرمایا اور فرمایا: اے میرے بندے مجھ سے تمنا کر میں تمہیں عطا کروں گا۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے مولا مجھے زندہ کر (یعنی دنیا میں بھیج) تاکہ دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں تو رب تعالیٰ نے فرمایا ہمارا قانون جاری ہو چکا ہے کہ وفات یافتہ لوٹائے نہ جائیں گے۔ تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ وہ لوگ جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں رزق پاتے ہیں۔ سورہ آل عمران (ترمذی، مشکوۃ کتاب المناقب حدیث ۵۹۷۸)

جب شہید زندہ ہے تو جن کے صدقے — شہید کو شہادت ملی ہے وہ نبی بھی زندہ ہے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ — میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

شیخ القرآن مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یعنی رب تعالیٰ موت کے بعد شہداء سے کلام تو فرماتا ہے مگر آج تک اس نے اپنا دیدار کسی شہید کو نہیں دیا تمہارے والد پہلے وہ شہید ہیں جنہیں دیدار بھی دیا اور کلام بھی کیا لہٰذا تمہارے والد شہداء میں دوسرے شہداء سے افضل ہیں۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ عالم ارواح میں ہو رہا ہے حضور ﷺ کی نظر مدینہ منورہ سے دیکھ رہی ہے۔ اور جو کچھ وہاں گفتگو ہو رہی ہے حضور ﷺ مدینہ منورہ سے سن رہے ہیں جب لامکاں کے کام وکلام حضور ﷺ یہاں دیکھ اور سن رہے ہیں تو یقینی بات ہے کہ ہر جگہ کے کام وکلام سنتے اور دیکھتے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ سے وہ عالم ارواح دور ہے ہمارا گجرات قریب ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں

دور ونزدیک کے سننے والے وہ کان — کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

یہ بھی معلوم ہوا کہ بندہ اپنی زندگی میں رب کو راضی کرے تو انشاء اللہ بعد موت رب ہم کو راضی کرے گا (مراۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۴۵۰)

حضرت جابر کے والد عبد اللہ کا علم اور زندگی: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب غزوہ احد ہوا تو رات کو میرے باپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: میں اپنے متعلق خیال کرتا ہوں کہ نبی پاک ﷺ کے صحابہ میں پہلا شہید میں ہوں گا اور میں اپنے نزدیک تم سے زیادہ پیارا کسی کو نہیں چھوڑتا سوائے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے مجھ پر قرض ہے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے لئے بھلائی کی وصیت قبول کرو۔ جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے شہید وہی تھے تو میں نے انہیں ایک دوسرے صحابی کے ساتھ دفن کر دیا۔ پھر یہ بات مجھے اچھی نہ لگی کہ انہیں اسی طرح رہنے دوں تو میں نے ان کی قبر کو چھ ماہ کے بعد کھولا اور لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں میں نے ان کو دفن کیا تھا۔ (بخاری، مشکوۃ باب الکرامات حدیث ۵۶۸۶ جلد ۸ ص ۲۳۰)

یہ ہے صحابی کا علم غیب کہ اپنی موت نوعیت موت حسنِ خاتمہ وغیرہ سب کی خبر پہلے سے دے دی۔ اور ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت ابو جابر عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے چہرے پر زخم تھا اور ان کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا جب ان کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھا گیا تو خون بند ہو گیا اور ان کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی چادر اور گھاس دونوں کو اسی طرح پڑا ہوا پایا۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۵۶۲، کرامات صحابہ ص ۱۲۶)

اسی لئے کہا گیا ہے۔

زمیں میلی نہیں ہوتی کفن میلا نہیں ہوتا　　　　محمد کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

قبر میں تلاوت:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے ''غابہ،، جارہا تھا تو راستہ میں رات ہوگئی اس لئے میں حضرت ابو جابر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی قبر کے پاس ٹھہر گیا جب کچھ رات گذر گئی تو میں نے ان کی قبر سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قراءت میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ جب میں لوٹ کر مدینہ منورہ گیا اور حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا ۔تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوطلحہ تم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرمادیا ہے جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس آجاتی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۷۱ بحوالہ ابن مندہ ،کرامات صحابہ ص ۱۲۶)

قبر میں سے خون نکلا: جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔ لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا پھاوڑا آپ کے قدم پر پڑ گیا اور آپ کا پاؤں کٹ گیا تو اس میں سے تازہ خون نکلا حالانکہ آپ کو دفن کئے ہوئے چھیالیس سال گذر چکے تھے۔ (حجۃ اللہ بحوالہ ابن مندہ، کرامات صحابہ ص ۱۱۱)

تبصرہ: یہ روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اپنے جسموں کے ساتھ جہاں جانا چاہیں جاسکتے ہیں تلاوت کرتے ہیں ہمارے سلام کا جواب دیتے ہیں اور اپنے چاہنے والوں کی امداد کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، اُن کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو (اے مسلمانو!) اِن کی زیارت کیا کرو اور انہیں سلام کرو، اُس کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو بھی اِنہیں سلام کرے گا یہ لوگ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط۔ مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۶۰۔ وفاء الوفاء جلد ۳ ص ۹۳۲۔ رواہ البیہقی فی الدلائل)

قبر کے اندر سے سلام کا جواب: حضرت فاطمیہ خزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے گئی اور میں نے قبر مبارک پر کھڑے ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدَنَا حَمْزَۃُ ☆ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ☆ کہا تو آپ نے بآواز بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ (حجۃ اللہ بحوالہ بیہقی ،کرامات صحابہ ص ۱۱۰)

وفات کے بعد لڑکے کی بشارت: اسی طرح شیخ محمود کردی نزیل مدینہ منورہ نے آپ کی قبر پر حاضر ہو کر سلام کیا تو آپ نے بآواز بلند قبر کے اندر سے ان کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ: اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر ''حمزہ،، رکھنا چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو فرزند عطا کیا تو انہوں نے اس کا نام ''حمزہ،، رکھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ بحوالہ الباقیات الصالحات، کرامات صحابہ ص ۱۱۰)

اس سے شہداء کی زندگی ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وفات کے بعد ان کو آئندہ کے واقعات معلوم ہوتے ہیں جبھی تو آپ نے

ارشاد فرمایا: اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر "حمزہ،، رکھنا۔ جب شہید کا یہ مقام ہے تو نبی کریم ﷺ کا مقام کیا ہوگا

شہید کا موت کے بعد وصیت فرمانا: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے ۱۲ھ میں جنگ یمامہ کے دن مسیلمہ کذاب کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ان کی ایسی بے مثل کرامت کہ اس کی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ شہید ہو جانے کے بعد آپ ایک صحابی کی خواب میں آئے اور ارشاد فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں اس کو خواب نہیں سمجھنا بلکہ اس پر عمل کرنا تم امیر لشکر خالد ابن الولید کو میرا یہ پیغام دے دو کہ میں جس وقت شہید ہوا میرے جسم پر لوہے کی ایک زرہ (جنگی لباس) تھی جس کو ایک مسلمان سپاہی نے میرے جسم سے اتار لیا اور اپنے گھوڑا باندھنے کی جگہ پر اس کو رکھ کر اس پر ایک ہانڈی اوندھی کر کے اس کو چھپا رکھا ہے لہذا امیر لشکر اس کو برآمد کر کے اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اور تم مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میرا یہ پیغام کہہ دینا کہ جو مجھ پر قرض ہے وہ اس کو ادا کریں اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ خواب دیکھنے والے صحابی نے اپنا خواب خالد بن الولید سے بیان کیا تو انہوں نے فوراً ہی تلاشی لی اور واقعی ٹھیک اسی جگہ سے زرہ برآمد ہوئی جس جگہ کا خواب میں آپ نے نشان بتایا تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خواب سنایا گیا تو نے آپ رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وصیت نافذ کرتے ہوئے ان کا قرض ادا فرما دیا اور ان کے غلام کو آزاد قرار دے دیا۔ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وہ خصوصیت ہے جو کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ایسا کوئی شخص میرے علم میں نہیں ہے کہ اس کے مرجانے کے بعد خواب میں کی ہوئی اس کی وصیت کو نافذ کیا گیا ہو۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۱۰۸، کرامات صحابہ از علامہ اعظمی ص ۱۷۳)

صاحب تفسیر مظہری حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان (شہیدوں) کی روحوں کو جسموں کی قوت دیتا ہے وہ زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں، اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں انشاء اللہ۔ "توحید اور محبوبان خدا کے کمالات" از مفکر الاسلام علیہ الرحمہ جلد ۳ ص ۲۰۶

شہداء اور اولیاء کی روحانی وغیبی ایک وہابی کی گواہی: شورش کاشمیری لکھتے ہیں کہ حکیم نیر واسطی لاہور والے جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوران وطن عزیز سے باہر تھے ان کا بیان ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد جب روضہ اطہر کی حاضری کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوا تو وہاں مولانا عبدالغفور مہاجر مدنی نے دوران ملاقات فرمایا کہ: ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خواب میں ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا آپ نجف اشرف سے کیسے تشریف لائے تو فرمایا پاکستان پر کفار حملہ آور ہیں اس لئے وہاں جہاد میں شرکت کے لئے جا رہا ہوں۔

گنج بخش: ایک صاحب قصور کے رہنے والے ہیں اور ہر ہفتہ حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضری دیا کرتے ہیں۔ وہ ایک دن حسب معمول مزار پر حاضر ہوئے تو کوشش بسیار کے باوجود صاحب مزار سے کوئی توجہ نہ مل سکی۔ اسی پس وپیش کے عالم میں انہوں نے تین دن وہاں قیام کیا۔ آخری رات کے چند لمحات میں زیارت ہوئی تو حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "محاذ پر مصروف تھا۔ سرکار دو جہاں ﷺ کے فرمان کے مطابق تمام بزرگان دین پاکستان کی سرحدوں پر متعین کئے گئے ہیں اور پاکستان کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم دے دیا گیا ہے۔،،

سبز پوش: لاہور کی ایک جامع مسجد کے خطیب نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر حلفیہ بیان کیا کہ بھارتی فوجیوں اور ہوابازوں کو جب پاکستان کی بہادر فوجوں نے گرفتار کیا تو وہ حیران ہو کر پوچھتے تھے کہ پاکستان کے وہ سبز پوش مجاہد کہاں ہیں کہ ہم سخت سے سخت حملہ کرتے تھے لیکن وہ سبز پوش بڑے

اطمینان سے ہمارے حملہ کو ناکارہ بنا دیتے تھے اور ہمیں پسپائی پر مجبور کر دیتے تھے۔

اور۔۔۔۔انتہا یہ ہے کہ بھارتی ہواباز پاکستان کے ایک معروف شہر پر اڑھائی سو بم گراتے ہیں لیکن اللہ کے فضل سے اس شہر کے ہوائی اڈے کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک کرشمہ نہیں تو اور کیا ہے؟

الغرض ایسے لاتعداد واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے لڑی گئی ہے اور خالق کون ومکاں کے محبوب ﷺ کے بے پایہ فیض وبرکت سے فتح پذیر ہوئی ہے۔ بلاشبہ ایسے خرق عادت واقعات ہوئے ہیں جن کے چشم دید گواہ ابھی تک موجود ہیں اور ان کی صداقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (ہفت روزہ چٹان لاہور ۲۹ نومبر ۱۹۶۵ء از شورش کاشمیری وہابی)

شہداء اور اولیاء کی روحانی امداد پر اخبار جنگ کی شہادت: ایک نہایت معتبر شخص نے بیان کیا کہ "۵ ستمبر کو ایک شخص ایبٹ آباد میں گھاس کاٹ رہا تھا کہ اس نے دو جوانوں کو گھوڑوں پر سوار بڑی تیزی سے گذرتے دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد جب کہ وہ گھاس کاٹ چکا تھا اس نے ایک معمر ہستی کو گھوڑے پر تیزی سے گزرتے دیکھا۔ اس نے ان کو رکنے کا اشارہ کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ گھاس کا گٹھڑا اس کے سر پر رکھوا دیں۔ انہوں نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے اپنی چھڑی سے اشارہ کیا تو گٹھڑا اپنے آپ اس کے سر پر رکھا گیا اس کو ڈر معلوم ہوا لیکن اس نے فوراً گٹھڑا پھینک کر گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور پوچھا آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا "میں علی ہوں سیالکوٹ پر ہندوستان حملہ کرنے والا ہے اور میں وہاں جا رہا ہوں،، پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ سے پہلے جو دو نوجوان گئے تھے وہ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا "وہ حسن وحسین تھے،، اس شخص نے جس سے بھی یہ واقعہ بیان کیا اس نے اس کا مذاق اڑایا اور بالآخر ۷ ستمبر کو سیالکوٹ پر بھارت جیسے نابکار دشمن نے حملہ کر دیا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ: دو فوجیوں کا بیان ہے کہ "انہیں بزرگوں پر اعتقاد نہیں تھا لیکن انہوں نے اپنی آنکھوں سے سیالکوٹ کے محاذ پر ایک بزرگ کو سوار ہو کر لڑتے دیکھا اور ان کے صافے پر لکھا شیخ عبدالقادر جیلانی اس قسم کے متعدد واقعات مشہور ہیں۔ (جنگ ۱۲۴ اکتوبر ۱۹۶۵ء)

اولیاء کرام کی زندگی اور قبر سے باہر آنے اور دلی خیالات جاننے پر ایک وہابی کی ناقابل تردید گواہی: پروفیسر ساجد میر کے دادا مولوی ابراہیم سیالکوٹی کے شاگرد مولوی عبدالمجید سوہدروی قاضی محمد سلیمان منصور پوری صاحب کتاب "رحمۃ للعالمین،، کی کرامات میں لکھتے ہیں: صوفی حبیب الرحمٰن کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لئے قاضی صاحب کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لئے بیٹھے۔ تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہئے۔ ابھی یہ اپنے جی یہ خیال کر کے اٹھے ہی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے ان کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اور فرمایا۔ کہ سلیمان بیٹھے رہو۔ ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے۔ (کرامات اہل حدیث)

غور فرمائیں اس سے اولیاء کرام کی زندگی اور ان کا علم دلی ارادوں پر آگاہی اور حاضر وناظر ہونا ثابت ہو رہا ہے اگر ایک ولی کا یہ مقام ہے تو پھر شہید، صحابی اور نبی کا مقام کیا ہوگا۔ اگر شہداء اور انبیاء کرام کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے تو پھر ان کے مولوی بھی شرک سے نہیں بچتے ان شرک کے مفتیوں سے صرف اتنا کہہ دو کہ حضرت دوسروں پر فتویٰ لگانے سے پہلے اپنے اکابر کی کتابیں پڑھ لو کہ یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تمہارا گھر نہ ہو

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

نماز آیات اور روایات کی روشنی میں

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان اور تصحیح عقائد کے مطابق مذہب حق اہل سنت و جماعت کے بعد نماز تمام فرائض میں نہایت اہم و عظیم ہے۔ قرآن مجید و احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کی اہمیت سے مالا مال ہیں۔ جابجا اس کی تاکید آئی ہے اور اسکے تارکین پر وعید فرمائی گئی ہے۔ چند آیتیں اور حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں کہ مسلمان اپنے رب عزوجل اور پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ارشادات سنیں اور اس کی توفیق سے ان پر عمل کریں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

☆...... **هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنهم ینفقون۔**

ترجمہ: یعنی یہ کتاب پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو دیا ہے وہ اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

☆...... نیز فرمایا

اقیموا الصلوٰۃ و آتو الزکوٰۃ وارکعو مع الراکعین۔ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

☆...... نیز فرمایا:

حافظوا علی الصلوٰۃ و الصلوٰۃ الوسطیٰ و قوموللہ قانتین۔

یعنی تمام نمازوں کی اور خصوصاً بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت رکھو اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

☆...... نیز فرمایا:

وانها لکبیرۃ الاعلی الخاشعین۔ یعنی نماز شاق ہے مگر خشوع کرنے والوں پر۔

☆...... نماز کا مطلقاً ترک تو سخت ہولناک چیز ہے اسے قضا کر کے پڑھنے والوں کے لئے فرمان ہے۔

فویل للمصلین الذین هم عن صلوٰتهم ساهون

ترجمہ: یعنی خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں

یعنی وقت گزار کر پڑھنے اٹھتے ہیں جہنم میں ایک وادی ہے جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے اس کا نام ویل ہے قصداً نماز قضا

کرنے والے اس کے مستحق ہیں۔

☆ ..مزید فرمایا۔ **فخلف من بعدھم خلف اضاعو الصلوٰۃ وانبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا۔**

ترجمہ: ان کے بعد کچھ ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا۔ عنقریب انہیں سخت عذاب سے ملنا ہوگا۔

'غی' جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام ہبہب ہے جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ عزوجل اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے جس سے وہ آگ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **کلما خبت زدناھم سعیرا**۔ یعنی جہنم کی آگ جب بجھنے پر آئے گی تو ہم اس کی بھڑک اور زیادہ کردیں گے۔ یہ کنواں بے نمازیوں، زانیوں، شرابیوں۔ سودخوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کیلئے ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ نماز کی اہمیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ عزوجل نے سب احکام اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو زمیں پر بھیجے لیکن جب نماز فرض کرنی منظور ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو اپنے پاس عرش عظیم پر بلا کر اسے فرض کیا اور شب اسراء میں یہ تحفہ دیا گیا۔

چند احادیث مقدسہ

☆ صحیح بخاری اور مسلم میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

۱۔ اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

۲۔ امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ جناب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے سوال کیا۔ آقا وہ عمل ارشاد ہو جو مجھے جنت میں لے جائے اور جہنم سے بچائے۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔

۳۔ صحیح مسلم میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوں۔ جب کہ کبائر سے بچا جائے۔

۴۔ صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا بتاؤ تو کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے۔ کیا اس کے بدن پر کوئی میل رہ جائے گا۔ عرض کی گئی نہیں۔ فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سب خطاؤں کو محو فرما دیتا ہے۔

۵۔صحیحین میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب سے ایک گناہ صادر ہوا۔اس نے بارگاہ نبوی صل اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اقم الصلوۃ طرفی النھار وزلفامن اللیل ان الحسنات یذھبن السیآت ذالک ذکری للذاکرین.

یعنی نماز قائم کردن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں۔بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے۔انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کیا یہ خاص میرے لئے ہے فرمایانہیں بلکہ میری سب امت کیلئے ہے۔

۶۔صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسم سے سوال کیا اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب کون سا عمل ہے آپ نے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا۔میں نے عرض کی پھر کیا۔فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔میں نے عرض کی پھر کیا فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا۔

۷۔امام بیہقی نے جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صاحب نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اسلام میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس کا کوئی دین نہیں۔نماز دین کا ستون ہے۔

۸۔امام ابوداؤد نے بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو۔اور جب دس برس کے ہوجائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ۔

۹۔امام احمد روایت کرتے ہیں کہ جناب ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جاڑوں میں باہر تشریف لے گئے۔پت جھڑ کا موسم تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے دو ٹہنیاں پکڑلیں۔پتے گرنے لگے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔فرمایا مسلمان بندہ جب اللہ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے اس درخت سے پتے۔

۱۰۔صحیح مسلم شریف میں جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو وغسل) کرکے فرض ادا کرنے کیلئے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر اس کا ایک گناہ محو ہوتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

۱۱۔امام احمد زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہو نہ کرے۔تو جو کچھ بیشتر اس کے اس سے (صغیرہ) گناہ سرزد ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ وہ سب معاف فرمادیتا ہے۔

۱۲۔امام طبرانی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کیلئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹادیئے جاتے ہیں۔اور حور عین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک وہ نہ ناک سنکے اور نہ کھنکارے۔

۱۳۔طبرانی اوسط میں جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر یہ بگڑی تو سبھی بگڑے (یعنی پھر کوئی معافی نہیں ہوگی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خائب وخاسر ہوا۔

۱۴۔امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت جناب تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ اگر نماز پوری کی ہے تو پوری لکھی جائے گی۔اور پوری نہیں کی (یعنی اس میں نقصان ہے) تو ملائکہ سے فرمایا جائے گا۔دیکھو میرے بندہ کے نوافل ہوں تو ان سے فرض پورے کردو۔پھر اسی طرح زکوۃ کا حساب ہوگا پھر یونہی باقی اعمال کا۔

۱۵۔امام ابوداؤد اور ابن ماجہ جناب ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جہنم میں جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوائے اس کے اعضاء سجود کے۔کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کردیا ہے۔

۱۶۔طبرانی اوسط میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدیک بندے کی یہ حالت سب سے زیادہ پسند ہے کہ اسے سجدہ کرتا دیکھے کہ وہ اس کے سامنے اپنا منہ خاک پر رگڑ رہا ہے۔

۱۷۔طبرانی اوسط میں جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کوئی صبح وشام نہیں ہوتی مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ وہاں کہے تو اس کیلئے اس سبب سے اپنے اوپر وہ بزرگی تصور کرتا ہے۔

۱۸۔صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

۱۹ابوداؤد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو طہارت کرکے اپنے گھر سے فرض نماز کیلئے نکلا۔اس کا اجر ایسا ہے جیسا کہ حج کرنے والے محرم کا اور جو چاشت کیلئے نکلا اس کا اجر عمرہ کرنے والے کی مثل ہے اور ایک نماز دوسری نماز تک۔کہ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی لغویات نہ ہو۔علیین میں لکھی جاتی ہے یعنی درجہ قبول کو پہنچتی ہے۔

(۲۰،۲۱) امام احمد، نسائی وابن ماجہ نے جناب ابو ایوب انصاری وعقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے وضو کیا جیسا کہ حکم ہے اور نماز پڑھی جیسی نماز کا حکم ہے تو جو کچھ اس نے پہلے کیا ہے وہ سب (صغیرہ گناہ) معاف ہوگیا۔

۲۲۔امام احمد ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کیلئے ایک سجدہ کرتا ہے اس کیلئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

۲۳۔کنز العمال میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو اس طرح تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ اور فرشتوں کے سوا کوئی

نہ دیکھے تو اس کیلئے جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

۲۴۔منیۃ المصلی میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ ہر شے کیلئے ایک علامت ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔

۲۵۔منیۃ المصلی میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھادیا۔

۲۶۔امام احمد اور ابوداؤد جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں وقت میں پڑھا اور رکوع وخشوع کو پورا کیا تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم کا عہد کرلیا ہے کہ اسے بخش دے اور جس نے ایسا نہ کیا اس کیلئے کوئی عہد نہیں چاہے تو عذاب دے۔

۲۷۔امام حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے اگر میرا بندہ وقت میں نماز قائم رکھے تو میرے بندے کا میرے ذمہ کرم پر عہد ہے کہ اسے عذاب نہ دوں اور بے حساب جنت میں داخل کردوں۔

۲۸۔امام دیلمی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز فرض نہیں کی جو توحید نماز سے بہتر ہو اگر کوئی چیز بہتر ہوتی تو وہ ضرور اسے ملائکہ پر فرض کرتا ان میں کوئی رکوع میں ہے تو کوئی سجدے میں۔

۲۹۔امام ابوداؤد وطیالسی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا بندہ نماز پڑھ کر جب تک اس جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بے وضو ہو جائے یا اٹھ کھڑا ہو جائے۔ اور ملائکہ کا استغفار اس کیلئے یہ ہے۔ **الھم اغفرلہ. اللھم ارحمہ. اللھم تب علیہ**۔یعنی اے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے اے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرما، اے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالے اور متعدد حدیثوں میں آیا ہے کہ بندہ جب تک نماز کے انتظار میں ہوتا ہے اس وقت تک وہ نماز میں ہی ہوتا ہے۔

یہ فضائل مطلق نماز کے ہیں اور خاص خاص نمازوں کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۳۰۔امام طبرانی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ شام تک اللہ کے ذمہ میں ہوتا ہے دوسری روایت میں ہے تو اللہ کا ذمہ نہ توڑو (یعنی نماز نہ چھوڑو) جو اللہ کا ذمہ توڑے گا اللہ اسے اوندھا کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔

۳۱۔امام ابن ماجہ جناب سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز کو گیا وہ ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح بازار گیا وہ ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔

۳۲۔ امام بیہقی نے شعیب الایمان میں جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کی ہے کہ جو مومن نماز صبح کیلئے گیا اور طالب ثواب ہو کر حاضر ہوا۔ تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا (عبادت کی) اور جو نماز عشاء کیلئے حاضر ہوا گویا اس نے نصف رات قیام کیا۔

۳۳۔ خطیب نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے چالیس دن نماز فجر و عشاء با جماعت پڑھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ دو برائتیں عطا فرمائے گا۔ ایک نار سے دوسری نفاق سے۔

۳۴۔ امام احمد جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں رات اور دن کے ملائکہ نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں جب وہ جاتے ہیں تو اللہ عزوجل ان سے فرماتا ہے کہ کہاں سے آئے ہو۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کے پاس سے جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور اب بھی انہیں نماز پڑھتا ہی چھوڑ کر تیرے پاس حاضر ہوئے ہیں۔

۳۵۔ امام ابن ماجہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں باجماعت چالیس راتیں نماز عشاء پڑھے اس طرح کہ اس کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

۳۶۔ امام طبرانی نے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے سب نمازوں میں زیادہ گراں منافقین پر نماز عشاء و فجر ہے اور جو ان میں فضیلت ہے اگر لوگ جانتے تو ضرور حاضر ہوتے۔ اگرچہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے آتے یعنی جیسے بھی ممکن ہوتا ضرور آتے۔

۳۷۔ ابن بزار نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو نماز عشاء سے پہلے سوجائے اللہ اس کی آنکھ کو نہ سلائے۔

۳۸۔ صحیحین میں جناب نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس کی نماز فوت ہوئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔

۳۹۔ ابونعیم جناب ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جس نے قصداً نماز چھوڑی تو جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

۴۰۔ امام احمد، ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا قصداً نماز ترک نہ کرو کہ جو قصداً نماز ترک کرتا ہے اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اس سے بری الذمہ ہیں

وما علی الا البلاغ المبین

مسائل دینیہ

===

محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی

=========================

عدالتی طلاق کا حکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: محترم جناب حافظ نصر اللہ آسوی صاحب میری دعا ہے کہ اللہ کریم میری سانسیں بھی آپ کو دے دے کہ آپ جس طرح اس پرفتن دور میں دین اسلام کی خدمت کر رہے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ بہت بڑے اعزاز اور رحمت کی بات ہے اللہ کریم آپ کے علم وعمل میں اور اضافہ فرمائے۔

سوال یہ ہے عورت خاوند کی مرضی کے بغیر عدالت میں کیس کر کے طلاق لے لیتی ہے ایام عدت ۹۰ دن بھی گذار لیتی ہے تو کیا رجوع کی صورت باقی رہ جاتی ہے یا نہیں۔ (غلام مصطفیٰ آسوی رتن پور شکر گڑھ پنجاب پاکستان)

ج وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ: محترم جناب غلام مصطفیٰ آسوی صاحب اللہ کریم آپ کو سلامت رکھے اور ہم سب کو دین کا خادم اور نبی کریم ﷺ کا سچا غلام بنائے۔

مزہ تب ہے کہ سرکار محشر میں کہہ دیں وہ دیکھو ہمارا غلام آ گیا ہے

طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے لیکن مرد اگر عورت پر تعدی اور ظلم کرتا ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا تو عورت کو حق ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرالے اور مذہب مالکیہ کے مطابق یہ تفریق نافذ ہوجائے گی، اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لئے عورت کو نفقہ دے نہ طلاق تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہوجائے اور ٹھیک نہ ہوسکے یا کسی اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلا ہوجائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کرسکے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لئے سزا یاب ہو یا اس کو عمر قید ہوجائے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتا ہوجائے اور عورت کے گذر بسر کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فی الفور تفریق کردے گی۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو اور وہ حکمین کو مقرر کرلیں (یعنی کچھ لوگ عورت کی طرف سے اور کچھ مرد کی طرف سے) اور حکمین تفریق کا فیصلہ کردیں تو تفریق ہوجائے گی یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائز ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنا درست ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہب غیر کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے۔ (شرح مسلم غلام رسول سعیدی ج ۳ ص ۱۰۰۶)

۶ ربیع الاخر ۱۳۱۸ھ کو مفتی مالکیہ شیخ الجامعۃ الازہر نے ۱۱ معاشرتی مسائل میں امام مالک کے مذہب کی نصوص پر مشتمل ایک فتویٰ جاری کیا، جس کی جامع ازہر کے تمام علماء نے تصدیق کی ہے جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں، اس فتویٰ کو مصر کی وزارت اوقاف نے فتاویٰ اسلامیہ میں شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ سے پہلے فقہ حنفی سے اس پر تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے مذہب پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ (الفتاویٰ الاسلامیہ مطبوعہ قاہرہ مصر ج ا ص ۲۸۱)

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر امام مالک کے قول پر فتوی دیا جائے تو جائز ہے۔ (ردالمحتار ج ۳ ص 456)

علامہ قہستانی فرماتے ہیں: امام مالک اور امام اوزاعی نے کہا کہ مفقود کی عورت ۴ سال ٹھہرے اس کے بعد اس کا نکاح کر دیا جائے پس اگر ضرورت کی بناء پر اس قول پر فتوی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (جامع الرموز ج ۳ ص 469)

نفقہ نہ دینے کی وجہ سے قاضی جو تفریق کرے گا وہ امام شافعی کے نزدیک طلاق بائنہ ہے (یعنی بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے) اور امام مالک کے نزدیک طلاق رجعی کے قائم مقام ہے۔ (یعنی عدت کے اندر رجوع کیا جا سکتا ہے اور عدت کے بعد نکاح ہو سکتا ہے)

(الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۵۶) تفسیر تبیان ج ۱ ص ۸۴)

عدت ۹۰ دن نہیں تین ماہواری ہے جب تیسری ماہواری کے بعد عورت پاک ہو گئی تو عدت ختم ہو گئی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ختم شریف اور برادری اور امراء کی دعوت

س   السلام علیکم: جناب کل میں نے اعلی حضرت کی کتاب ,,دعوت میت،، پڑھی ہے جس میں لکھا ہے کہ میت کے لئے دوسرے تیسرے یا ساتویں روز کا کھانا بھیجنا نا جائز ہے وہ ایک رسمی کام ہے اور اہل میت کے لئے مصیبت کی وجہ ہے کہ ان کو اس کھانے کا اہتمام کرنے کی وجہ سے قرض لینا پڑتا ہے اتنا اہتمام کرنے کی بجائے قرآن پاک خرید کر مسجد میں رکھ دیں یا دینی کتب خرید کر وقف کر دی جائیں۔ ختم پاک دین میں کیسا عمل ہے اس کے بارے میں تفصیل سے جاننا چاہتا ہوں۔ سمیع اللہ نارووال پاکستان

ج   ختم شریف ختم قرآن کا نام ہے اور قرآن پڑھنا ہر وقت جائز ہے اسی طرح مالی صدقہ بھی ہر وقت جائز ہے اس کے لئے تیسرے، ساتوے یا چالیسویں کی کوئی قید نہیں اس کی مثال اس طرح ہے جیسے نماز کا ایک ابتدائی وقت ہے اور ایک انتہائی اس درمیان جب چاہیں نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن ہم نے از خود اس کے لئے جماعت کا وقت مقرر کر رکھا ہے اب کوئی کہے کہ نماز کا وقت مقرر کرنا بدعت و حرام ہے بتاؤ کس نبی یا صحابی نے یہ ٹائم مقرر کیا تھا تو ہم کہیں گے اگر چہ یہ ٹائم کسی صحابی نے مقرر نہیں کیا لیکن یہ حرام بھی نہیں اگر یہ حرام ہے تو اس سے وہابی بھی نہیں بچتے کیونکہ انہوں نے بھی یہ ٹائم مقرر کر رکھا ہے اسی طرح ہم نے از خود ایصال ثواب کے یہ دن مقرر کر رکھے ہیں یہ سنت یا واجب نہیں اصل چیز ایصال ثواب ہے وہ ہر وقت جائز اور سنت صحابہ ہے

صدقہ جاریہ کی سات اقسام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ مِمَّا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهِ وَحَسَنَاتِهِ بَعْدَ مَوْتِهِ، عِلْمًا عَلَّمَهُ وَنَشَرَهُ، وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهُ، وَمُصْحَفًا وَرَّثَهُ، أَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ أَوْ بَيْتًا لِابْنِ السَّبِيلِ بَنَاهُ، أَوْ نَهْرًا أَجْرَاهُ أَوْ صَدَقَةً أَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهِ فِي صِحَّتِهِ وَحَيَاتِهِ يَلْحَقُهُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ.

جو اعمال اور نیکیاں مومن کو بعد موت بھی پہنچتی رہتی ہیں (۱) ان میں سے وہ علم ہے جسے سیکھا گیا اور پھیلایا گیا (۲) اور نیک اولاد جو چھوڑ گیا (۳) یا قرآن شریف جس کا وارث بنا گیا (۴) یا مسجد (۵) یا مسافر خانہ جو وہ بنا گیا (۶) یا نہر جو جاری کر گیا (۷) یا خیرات جسے اپنے مال سے اپنی تندرستی اور زندگی میں نکال گیا کہ یہ چیزیں اُسے موت کے بعد بھی پہنچتی رہتی ہیں۔ (ابن ماجہ المقدمہ حدیث ۲۴۲) مشکاۃ کتاب العلم حدیث (۲۵۴) مرآۃ شرح مشکاۃ۔ (کتاب الروح - المسئلۃ السادسۃ عشرۃ ص: ۱۹۱ - از امام الوہابیہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ)

ایک روایت میں ہے کہ سات چیزوں کا اجر انسان کی موت کے بعد قبر میں بھی جاری رہتا ہے اور اس میں صدقہ کی جگہ کھجور کا درخت لگانے

اور مسافر خانے کی جگہ کنواں کھدوانے کا ذکر ہے۔ (ابونعیم، بزار، شرح الصدور ص:۳۹۴)

جو کام گنہگاروں کے لئے تخفیف عذاب کا باعث ہے وہی کام نیکوں کے لئے بلندی درجات کا باعث ہے

ماں کی طرف سے باغ صدقہ کرنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما: أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رضی الله عنه تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا، فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وأنا غَائِبٌ عَنْهَا، أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ وفات پا گئیں اور وہ موجود نہ تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہوگئیں، اگر میں اُن کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔ (بخاری حدیث:۲۷۵۶ کتاب الوصایا باب اذا قال ارضی اوبستانی صدقۃ للہ عن امی فہو جائز۔ نیل الاوطار قاضی شوکانی باب وصول ثواب القرب المہداۃ الی الموتی جلد ۴ ص:۱۴۲۔ کتاب الروح-المسالۃ السادسۃ عشرۃ ص:۱۹۴ -از شیخ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ)

ماں کی طرف سے کنواں یا پانی کی سبیل وقف کرنا

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رضی الله عنه أنه قَالَ: يَارَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ قَالَ الْحَسَنُ فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ.

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ام سعد وفات پا گئیں ہیں تو اب کونسا صدقہ بہتر ہے فرمایا: پانی لہذا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں امّ سعد کا ہے۔ نسائی میں ہے حضرت حسن بصری کہتے ہیں فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ یہ حضرت سعد کی سبیل مدینہ میں ہے۔ (ابوداود کتاب الزکاۃ الحدیث:۱۶۸۱، نسائی حدیث:۳۶۰۴، ۳۶۰۶ کتاب الوصایا، ابن ماجہ حدیث:۳۶۷۴ کتاب الادب، مشکاۃ کتاب الزکاۃ الحدیث:۱۹۱۲) کتاب الروح-المسالۃ السادسۃ عشرۃ ص:۱۹۴ -از امام الوہابیہ ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ۔، نیل الاوطار، امام الوہابیہ قاضی شوکانی باب وصول ثواب القرب المہداۃ الی الموتی جلد ۴ ص:۱۴۲۔ صراط مستقیم از امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی ص:۵۵)

نبی کریم ﷺ نے پانی کی خیرات کا حکم دیا کیونکہ پانی سے دینی دنیوی منافع حاصل ہوتا ہے خصوصاً اُن گرم خشک علاقوں میں جہاں پانی کی کمی ہو بعض لوگ سبیلیں لگاتے ہیں عام مسلمان ختم وغیرہ میں دوسری چیزوں کے ساتھ پانی بھی رکھ دیتے ہیں ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی خیرات بہتر ہے۔

صحابی رسول نے کہا هٰذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ یعنی ام سعد کو ثواب پہنچانے کے لئے ہے، یہ لام نفع کا ہے نہ ملکیت کا اس سے چند مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ ثواب بخشتے وقت ایصال ثواب کے الفاظ زبان سے ادا کرنا سنت صحابہ ہے، کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ دوسرے یہ کہ کسی چیز پر میت کا نام لینے سے وہ چیز حرام نہ ہوگی دیکھو اُس کنویں کو حضرت سعد نے اپنی مرحومہ ماں کے نام منسوب کیا یہ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ کے خلاف نہیں کہ وہاں وہ جانور مراد ہے جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیے جائیں۔ (مرآۃ شرح مشکاۃ از مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ج ۳ ص ۱۰۴)

هذه لام سعد سے معلوم ہوا کہ کھانے کو سامنے رکھنا اور اُس کی طرف اشارہ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ ہٰذہ اسم اشارہ قریب کے لئے آتا ہے۔

ایصال ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

فاتحہ دلاتے وقت کھانا سامنے رکھنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولی ثواب یا جوازِ فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اُسے نا جائز اور ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے، ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا اور سول کسی چیز کو نا جائز وناروا کہہ دینا خدا اور سول پر افتراء کرنا ہے، ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص: ۱۹۵)

تیجہ اور چالیسویں کو معین کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے۔(مسلم حدیث: ۲۱۹۹، مشکوۃ حدیث ۴۵۲۹ کتاب الطب) اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے ، یہ نہ سمجھے کہ انہیں دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں۔(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص: ۲۱۹)

نیز لکھتے ہیں: تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا۔(فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص: ۲۲۲)

محتاج ختم پڑھ کر خود کھالے اپنے بیوی بچوں کو کھلادے سب ثواب ہے

تیجا، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لئے کریں اور مساکین کو دیں اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور اُن کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں، فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مسکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے----حضور ﷺ نے ایصال ثواب کے لئے حکم بھی دیا اور صحابہ نے ایصال ثواب کیا اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا تخصیصات عرفیہ جب کہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصال ثواب یہ سب جائز ہیں اور نزد قبر رکھنے کی ضرورت نہیں نہ اُس میں جرم جبکہ لازم نہ جانے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص: ۲۱۸)

﴿دعوت میت﴾: ایصال ثواب کے دو طریقے ہیں دعائے مغفرت اور صدقہ خیرات لیکن یہ بات یاد رہے کہ لوگوں کا جمع ہو کر قرآن خوانی کرنا اور دعا مانگنا یہ تو امراء اور غرباء سب کے لئے ہے لیکن یہ صدقہ وخیرات امراء کے لئے مستحب ہے اور وہ غریبوں مسکینوں، یتیموں اور دینی طلباء کو کھلائیں یا وہ لوگ جو دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں عام برادری کی دعوت نہ کی جائے جیسا شادی بیاہ میں ہوتا ہے اور نہ لوگ ان کو مجبور کریں کہ ہماری دعوت کرو۔ ورنہ گنہگار ہونگے۔ باقی رہے غربا تو وہ خود امداد کے مستحق ہیں ان کی مالی امداد کرنی چاہئے بالخصوص بیوہ اور یتیم بچوں کو ہر آنے والا کم از کم ایک ہزار روپیہ پیش کرے۔

غربا تو ان کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ قرآن خوانی یا ذکر اذکار کر کے ایصال ثواب کریں اُس کی بخشش کی دعا کریں اصل فاتحہ یہی ہے اور اگر کھانا پکایا ہے تو لوگوں میں تقسیم کرنا ضروری نہیں خود بھی کھالے تو ثواب کا مستحق ہے غریب انسان پر تو اللہ تعالیٰ نے حج فرض نہیں کیا زکوۃ فرض نہیں کی یہ تو صدقہ کیسے فرض ہو گیا میت کے لئے صدقہ کرنا تو مستحب ہے اور وہ بھی امراء پر غرباء قرض لے کر صدقہ نہ کرتے پھریں۔ اس مسئلہ کی وضاحت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک فتویٰ سے کی جاتی ہے۔

دعوت میت کے متعلق اعلیٰ حضرت کا فتویٰ

امام اہل سنت مفتی احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

طعام تین قسم کا ہے ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ نا جائز و ممنوع ہے، لاَنَّ الـدَّعْوَةَ اِنَّمَا شُرِعَتْ فِی السُّرُوْرِ وَلَا فِی الشُّرُوْرِ۔ دعوت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ غمی میں۔ اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں۔ (کمافی الفتح القدیر)

دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لئے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے فقراء اس کے لئے احق (زیادہ حق دار) ہیں، اغنیاء کو نہ چاہئے۔

تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ (اس نذر سے مراد ایصال ثواب کی نذر ہے، یہ نذر عرفی ہے شرعی اور فقہی نذر مراد نہیں سعیدی) حضرات انبیاء و اولیاء کیا جاتا ہے اور وہ فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور ضرور باعث برکت ہے۔

(فتاوی رضویہ ج ۴ ص: ۲۱۴)

سوم و چہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی بات ہے (فتاوی رضویہ ج ۴ ص: ۲۲۳)

نیز سوئم کے کھانے اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے اور جو ان کا منتظر رہتا ہے، اور ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے، مشرک یا چمار کو اس کا دینا گناہ، فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے، یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے، فقیر و غنی سب لے لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۴ ص: ۲۲۵)

دعوت میت کے سلسلے میں ایک استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے ارشاد فرمایا: کہ دعوت میت متعدد وجوہ سے باطل ہے۔

۱- یہ دعوت خود نا جائز بدعت شنیعہ وقبیحہ ہے اس لئے کہ ایسی دعوت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے نہ کہ غمی میں۔

۲- اس لئے کہ اگر ورثہ میں کوئی یتیم بھی ہے تو یہ آفت سخت تر ہے اس لئے کہ یتیم کا ناحق مال کھانا پیٹ میں انگارہ بھرنا ہے اور اگر نابالغ ہے تو اس کا مال ضائع کرنا ہوگا اور یہ نا جائز ہے اس لئے کہ اس کے مال کا اختیار کسی کو نہیں اور اگر بالغ موجود نہیں ہے تو غیر کے مال میں بغیر اُس کی اجازت کے تصرف لازم آئے گا اور یہ بھی نا جائز ہے، ہاں اگر فقراء و مساکین کے لئے کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود بالغ و راضی ہوں۔

۳- عورتیں اکٹھا ہوتی ہیں اور نا جائز کام کرتی ہیں مثلاً چلا کر رونا پیٹنا، بناوٹ سے منہ بنانا ڈھانکنا وغیرہ یہ سب مثل نوحہ ہے اور نوحہ کرنا حرام ہے ایسے مجمع کے لئے میت کے عزیزوں کا بھی کھانا بھیجنا جائز نہیں۔

۴- اکثر لوگوں کو اس رسم بد کی ادائیگی میں مجبوراً طعنہ سے بچنے کے لئے اور جاہلوں کی لعنت ملامت کے خوف سے وسعت سے زیادہ دعوت کرنی پڑتی ہے بلکہ زیادہ تر قرض کی ضرورت پڑتی ہے قرض نہ ملے تو گروی رکھ کر اصل رقم کے علاوہ سود سے بھی زیر بار ہوتے ہیں۔ جو خالص حرام ہے یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم بھول کر اس آفت ناگہانی میں پھنس جاتے ہیں۔ ایسا تکلف تو شریعت نے کسی مباح کام کے لئے بھی پسند نہیں کیا ہے چہ جائیکہ رسم ممنوع کے لئے غرضیکہ اچھائی کا کوئی پہلو نہیں مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے اور توفیق بخشے کہ ایسی بُری رسم کو جس سے ان کے دین و دنیا کا نقصان ہو فوراً چھوڑ دیں اور طعن اور بیہودہ کا خیال نہ کریں۔ واللہ الھادی۔

صرف پہلے دن ہمسایوں اور عزیزوں کا اتنا کھانا پکوا کر بھیجنا جسے اہل میت دو وقت کھا سکیں اور باصرار کھلانا مسنون ہے مگر اس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں۔

اعتراض: بہت سے فقہاء نے تیسرے اور ساتویں روز میت کے لئے کھانا پکانا منع کیا ہے۔ دیکھو شامی عالمگیری) بلکہ بزازیہ نے تو لکھا ہے وبعد الاسبوع یعنی ہفتہ کے بعد بھی منع ہے اس میں برسی ششماہی چہلم سب شامل ہیں۔ نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے وصیت فرمائی تھی: میرے مرنے کے بعد دنیاوی رسمیں جیسے دسواں، بیسواں، ششماہی اور برسی، کچھ نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے کو جائز نہیں رکھا بلکہ حرام قرار دیا ہے۔

جواب: فقہاء نے میت کے ایصال ثواب سے منع نہ کیا جس کو فقہا منع کرتے ہیں وہ چیز ہی اور ہے وہ ہے میت کے نام پر برادری کی روٹی لینا یعنی قوم کے طعنہ سے بچنے کے لئے جو میت کے تیجے، دسویں وغیرہ میں برادری کی دعوت عام کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ نام ونمود کے لئے ہے اور موت نام ونمود کا وقت نہیں ہے اگر فقراء کو بغرض ایصال ثواب فاتحہ کر کے کھانا کھلایا تو سب کے نزدیک جائز ہے علامہ شامی فرماتے ہیں۔

وَيُكْرَهُ اتخاذُ الضيافةِ من أهلِ الميت لأنه شُرِعَ في السرورِ لا في الشرور یعنی میت والوں سے دعوت لینا مکروہ ہے کیونکہ یہ دعوت تو خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غم پر۔ (شامی جلد اول کتاب الجنائز باب الدفن)

دعوت لینے کے وہی معنی ہیں برادری مجبور کرے کہ روٹی کر جیسے کسی کا بچہ سکول میں فسٹ آئے یا کسی کے بچہ ہو تو کہتے ہیں مٹھائی کھلا یہ سب خوشی کی باتیں ہیں لیکن اگر کسی کا کوئی فوت ہو جائے یا کوئی نقصان ہو جائے تو کوئی نہیں کہتا کہ مٹھائی کھلا اسی کو فقہاء منع کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں:

وهذه الأفعالُ كلُّها للسمعة والرياء فَيَحْتَرِزُ عنها لأنهم لايُرِيدُون بها وجهَ الله.

یہ سارے کام محض دکھاوے کے ہیں لہٰذا ان سے بچے کیونکہ اس سے اللہ کی رضا نہیں چاہتے۔ صاف معلوم ہوا کہ فخریہ طور پر برادری کی دعوت منع ہے پھر فرماتے ہیں:

وإن اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا اگر اہل میت نے فقراء کے لئے کھانا پکایا تو اچھا ہے۔ یہ فاتحہ کا جواز ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا اپنے تیجے دسویں سے منع کرنا بالکل درست ہے وہ فرماتے ہیں۔ رسوم دنیا جو تیجا وغیرہ ہیں وہ نہ کریں۔ رسوم دنیا کیا ہیں عورتوں کا تیجہ وغیرہ کو جمع ہو کر رونا پیٹنا نوحہ کرنا وہ واقعی حرام ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس جگہ ایصال ثواب اور فاتحہ کا ذکر نہیں۔ جس کا مقصد یہ ہوا کہ تیجا وغیرہ میں ماتم نہ کریں۔

ہمسائے یا رشتہ دار میت والے گھر ایک روز کا کھانا پہنچائیں

حضرت عبداللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

اصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ. جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ کہ اُن کے پاس وہ خبر آئی ہے جو کھانے سے باز رکھے گی۔ (ابن ماجہ حدیث: ۱۶۱۰، ترمذی: ۹۹۸ کتاب الجنائز، ابوداود: ۳۱۳۲، مشکوۃ: ۱۷۳۹ کتاب الجنائز)

مفتی احمد یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی جعفر کے گھر والے آج غم کی وجہ سے کھانا نہ پکا سکیں گے اگر کوئی کھانا نہ لے گیا تو وہ بھوکے رہیں گے، یہ کھانا بھیجنا سنت ہے بلکہ چاہئے کہ خود کھانا پکانے والا میت کے گھر کھانا لے جائے اور خود بھی ان کے ہمراہ ہی کھائے انہیں ساتھ کھانے پر مجبور کرے صرف پہلے دن کھانا بھیجا جائے، جس دن فوت ہو یا فوت کی خبر آئے بعد میں نہ بھیجے، تین دن کا جو رواج ہے یہ غلط ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ کھانا وہ لوگ کھائیں جو غم کی وجہ سے پکا نہ سکیں یا باہر کے مہمان جو شرکت دفن کے لئے آئے ہیں، عام برادری والوں

کی دعوت اس وقت ممنوع ہے حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ صحابہ میت کے ہاں دعوت کو نوحہ شمار کرتے تھے۔(ابن ماجہ حدیث:۱۶۱۲)

اسی کو فقہاء منع فرماتے ہیں یعنی تین دن تک تمام محلہ و برادری والوں اور میت والوں کے لئے کھانا بھیجنا اور پھر تیسرے دن خود میت کے ہاں برادری کی روٹی ہونا دھوم دھام سے اسے کھانا یہ دونوں کام سخت منع ہیں خصوصاً جب کہ میت کے یتیم بچے بھی ہوں اور میت کے متروکہ مال سے یہ روٹی کی جائے تو اس کا کھانا اور کھلانا سخت حرام ہے کہ یتیم کا مال کھانا حرام ہے، غرضکہ اہل میت کی رسمی دعوت ممنوع ہے اور یہ کھانا ناجائز اس کی تحقیق ہماری کتاب 'اسلامی زندگی' میں ملاحظہ کیجئے (مراۃ ج ۲ ص:۵۰۸)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مفتی احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مسکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھالے اپنے بی بی بچوں کو کھلائے سب اجر ہے۔(فتاوٰی رضویہ ج ۴ ص:۲۱۸)

معلوم ہوا کہ غریب آدمی ختم دلا کر خود بھی کھا سکتا ہے مسکینوں کو کھلانا ضروری نہیں تو دولت مندوں کو کھلانا کیسے ضروری ہوگا بلکہ امراء کا فرض ہے کہ مرنے والا اگر غریب تھا تو اُس کے اہل عیال کی امداد کریں لیکن آج کل لوگ کہتے ہیں کہ برادری کی روٹی تو تمہیں کرنی ہی پڑے گی چاہے قرض لے کر کرو ورنہ برادری میں تمہاری ناک کٹ جائے گی اور تم منہ دکھانے کے قابل نہ رہو گے وہ غریب جس پر رب تعالیٰ نے زکوۃ اور حج فرض نہیں کیے وہ اپنا غم بھول کر برادری کی روٹی کی فکر میں لگ جاتا ہے چاہے اُس کو چالیس ہزار خرچ کرنا پڑے۔

اگر امراء کھانا پکائیں تو وہ غریبوں مسکینوں دینی طالب علموں کو کھلایا جائے لیکن مشاہدہ میں یہ بات آئی ہے کہ دولت مند طبقہ اپنے مال کی زکوۃ تو ادا نہیں کرتا لیکن اپنے کسی عزیز کے مرنے پر دولت مند برادری کی روٹی پر دل کھول کر خرچ کرتا ہے اگر تیجے دسویں چالیسویں پر یہی کھانا طلباء اور غرباء کو دیا جاتا ان کو ثواب بھی ملتا اور غربت کا مسئلہ بھی حل ہوتا اور غرباء کو کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑتا۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں﴾

سورۃ الدہر آیت (۷)

یتیم کی کفالت کرنے والے کی شان: حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا

میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، پھر آپ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی اُنگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔ بخاری حدیث:۵۳۰۴ کتاب الطلاق، مشکوۃ حدیث ۴۹۵۲ کتاب البر باب الشفقۃ والرحمۃ

یتیم وہ نابالغ انسان ہے، جس کا والد فوت ہو چکا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی لفظ یتیم ان دونوں کو شامل ہے اور بالغ ہونے کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔ یعنی جیسے ان دو انگلیوں میں کوئی فاصلہ نہیں ایسے ہی قیامت میں مجھ میں اور اُس میں کوئی فاصلہ نہ ہوگا یعنی اُس کو مجھ سے بہت ہی قرب نصیب ہوگا۔ نہ صرف مرنے پر بلکہ شادی پر بھی روٹی بند ہونا چاہیے لڑکی والوں کو برات کے لئے کھانے کا اہتمام کرنا سنت نہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت صرف چھوہارے تقسیم کئے تھے۔ صرف لڑکے والوں کے لئے ولیمہ سنت ہے۔ آج تک کسی وہابی نے اس کے خلاف کیوں آواز بلند نہیں کی کئی غریبوں کا بھلا ہو جائے گا۔ وہابی اس بدعت کا ارتکاب کر کے اہل حدیث کیسے رہ سکتے ہیں۔

(محمد نصر اللہ مدنی 03328028182)

عورت..........اسلام اور دیگر مذاہب میں

محترمہ حفصہ عبدالرزاق

عورت..........اسلام کی نظر میں:

جملہ ادیان عالم میں عورت کو جس قدر اہمیت اسلام نے دی ہے، اتنی کسی اور مذہب نے نہیں دی اور کسی مذہبی کتاب میں عورت کو، وہ پروقار مقام نہیں دیا گیا، جو عزت، حکمت اور تقدس قرآن نے عطا کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض سورتوں کے نام ہی خواتین سے متعلق ہیں مثلاً سورۃ النساء، سورہ مریم، سورہ طلاق وغیرہ۔ سورہ تحریم، سورہ احزاب، سورہ نور وغیرہ میں خواتین کے لئے بہت سے احکام و مسائل ہیں۔ پھر اہم خواتین کا بھی ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ مثلاً حضرت حواء علیہ السلام، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ذکریا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی ازواج مطہرات، حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیاں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ و ہمشیرہ، حضرت یوسف علیہ السلام کی زوجہ مکرمہ، حضرت مریم علیہا السلام، ملکہ فرعون (حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ملکہ سبا اور صحابیات۔ یہ شواہد اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام نے عورت کو ایک باعزت اور پروقار مقام عطا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے گھروں میں رہنے والی شریف خواتین کی عزت نفس کی حفاظت کے لئے مردوں کو بغیر اجازت لئے گھر کے اندر داخل ہونے سے منع فرمایا دیا اگر کسی خاتون سے بات کرنی ہے تو ادب یہ سکھایا کہ پردے کے پیچھے سے بات کی جائے۔ اگر کوئی دعوت پر بلائے اور گھر میں خواتین بھی موجود ہوں تو کھانے کے بعد بلا عذر زیادہ دیر ٹھہرنے سے منع کر دیا گیا تاکہ خواتین بے آرام نہ ہوں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے طفیل یہ سارے آداب ہمیں سکھلا دئے گئے، اگر ہم عمل نہ کریں تو یہ ہماری بدنصیبی ہے۔

اسلام نے مرد سے زیادہ عورت پر نظر کرم فرمائی اور اس کی حفاظت کے لئے ابدی و موثر احکام نافذ کئے۔ پردہ کا حکم بھی عورت کی حفاظت اور معاشرے کی پاکیزگی کے لئے نافذ کیا گیا۔ قیمتی چیز ہی اغیار سے چھپائی جاتی ہے، چنانچہ عورت کو پردے میں رکھنے کا تصور دے کر اسلام نے عورت کی وقعت، مرتبے اور قدر و قیمت کو بڑھایا۔ تاہم پردے کے باوجود اسلام نے عورت کے جذبہ حریت کو بیدار رکھا۔ صحابیات پردے میں رہتے ہوئے ضرورت پڑنے پر جہاد میں حصہ لیتیں اور داد شجاعت دیتیں۔ زخمی مجاہدین کی مرہم پٹی کا کام تو ہمیشہ ان کے سپرد رہا۔ غزوہ احزاب ۵ ھ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دشمن کا سر تن سے جدا کر کے اور اسے قلعے پر لٹکا کر بہادری و دلیری کی ایک نئی داستان رقم کی۔ بامر مجبوری عورت کو باپردہ ماحول میں کہیں بھی جانے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ پردے کا مقصد عورت کی حفاظت اور معاشرے میں بے پردگی و بے حیائی کے فروغ کو روکنا ہے۔ جس میں مرد و عورت دونوں کی بھلائی ہے۔ مشہور عالمی مورخ آرنلڈ ٹائن تاریخ عالم کا مطالعہ کر کے اس نتیجے پر پہنچا کہ دنیا کے معاشروں کی تباہی میں بے پردگی نے سب سے اہم کردار ادا کیا۔

اسلام نے عورت پر بڑا اکرم فرمایا اور اس کو پستیوں سے بلندیوں پر پہنچایا اور ایسا رؤف و رحیم رسول عطا کیا، جس نے دنیا کی چیزوں

میں خوشبو اور عورت کو پسند فرمایا۔ روسی فلسفی ٹالسٹائی (م ۱۹۱۰ء) نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی سیرت اقدس پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ حدیث پیش کی ہے:

''دنیا کی چیزیں صرف مال و متاع ہیں اور دنیا کی اچھی متاع نیک عورت ہے''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے عورت پر جو کرم فرمایا اور عورت کو بحیثیت ماں، بہن، بیوی اور بیٹی جو اعزازات عطا فرمائے، وہ تاریخ انسانیت میں سنہری حروف سے لکھے ہیں اور تا قیامت لکھے رہیں گے۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے انہی احسانات پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مدینہ شریف آمد پر وہاں کی عورتوں اور بچیوں نے خوشیوں کے ترانے گائے تھے:

نحن جوار بن من بنی نجار　　　یا حبذا محمد من جار

ترجمہ: ہم بنو نجار کی بیٹیاں ہیں۔ ہم کس قدر خوش ہیں کہ آج جناب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہمارے پڑوسی ہیں۔

اسلام نے عورت اور مرد کے تعلق کو اتنا مقدس بنایا کہ اس کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا اور اس کا مقصد یہ بیان فرمایا کہ دونوں سکون و چین حاصل کریں۔ اس تعلق کو محبت و مہربانی اور مہر و وفا کا تعلق قرار دیا جس میں ہوس پرستی کا شائبہ تک نہیں۔ اسلام کا پیش کردہ یہ تصور کہیں اور نہیں ملتا۔ بلکہ ایک جرمن فلاسفر نے تو یہاں تک لکھا ہے:

''عورت کا مقصد حیات صرف یہ ہے کہ وہ مرد کی قید میں رہے اور اس کی خدمت کرتی رہے''

روس کا مشہور فلسفی کاؤنٹ لیا ٹالسٹائی بھی خواتین کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتا تھا، اس کا کہنا تھا کہ:

''ہمارے زمانے میں نکاح محض ایک دھوکہ اور فریب ہے۔ ہم اس کو محض نفسیانی خواہش کی تکمیل پورا ہونے کا وسیلہ جانتے ہیں''

عورت............ غیر اسلام میں: اب آیئے! اسلام کے علاوہ دیگر ادیان نے عورت کی جو بے قدری کی ہے، اس پر ایک نظر ڈالیں اور وہ بھی نہایت اختصار کے ساتھ۔

ہندو مذہب میں: عورت کا استحصال جس قدر ہندو مذہب نے کیا اور اس کے حقوق کو جتنا پامال اس نے کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ مثلاً ان کی مذہبی کتب میں عورت سے متعلق عقائد و نظریات کی چند جھلکیاں ملاحظہ کیجئے:

☆......عورتوں کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی، عورتوں کے دل فی الحقیقت بھیڑیوں کی بھٹ ہیں'' (رگوید منڈل ۱۰ اسوکت ۹۵ منتر ۱۵)

☆......وہ (عورت) عقل کی رو سے ایک نہایت ہلکی چیز ہے۔ (رگوید منڈل ۳۳ سوکت ۹۵ منتر ۱۷)

☆......عورت اور شودر دونوں کو نرذھن (مال) سے محروم کیا گیا ہے۔ (یجر وید ادھیاء ۸ منتر ۵)

☆......لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں۔ (اتھر وید کانڈ ا سوکت ۱۷، منتر ۱)۔ (اسلام نے بیٹی کو وراثت میں حصہ دیا ہے)

☆......(عورت کو) نکاح ثانی کی ممانعت ہے کیونکہ ایک جائیداد بلا وجہ دوسرے کے قبضے میں نہیں جا سکتی۔ (منو ۱۵، ۱۵۱)

(اسلام عورت کو بحیثیت انسان پہلے شوہر کی وفات یا طلاق کی صورت میں عقد ثانی کی اجازت دیتا ہے)

☆......طفولیت میں عورت کو باپ کا تابع رہنا چاہئے اور جوانی میں شوہر کا یا بیٹوں کا۔ (منو شاستر پانچواں باب ۱۴۸)

☆......عورت کو جوئے میں ہارنے اور فروخت کرنے کا جواز۔ (نرکت ۳۔۴)

☆......عورت کے لئے مذہبی تعلیم کی ممانعت ہے۔ (منو ۹۔۱۸)

(جب کہ اسلام نے مرد کے ساتھ ساتھ عورت کے لئے بھی تعلیم حاصل کرنا واجب قرار دیا ہے)

ہندو مذہب کے نزدیک کسی عورت کو اپنے خاوند کے مرنے کے بعد زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، اسے اپنے خاوند کی چتا کے ساتھ جل مرنا چاہئے۔ اسے 'ستی' کہتے ہیں (ستی، شوجی کی پہلی بیوی تھی جس نے خودکشی کر لی تھی۔ بعد میں کسی عورت کے اپنے خاوند کے مرنے پر اس کی چتا کے ساتھ جل مرنے کو ستی کہا جانے لگا)

یہودی وعیسائی مذہب: عورت کو جو مقام 'بائبل' (یہودیوں اور عیسائیوں کی مروجہ مذہبی کتاب) نے دیا ہے، اس کی بھی سن لیجئے۔ بائبل نے عورت کے لئے عبرانی میں 'بعولہ' (جائیداد منقولہ) کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جب کہ خاوند کے لئے 'بعل' یعنی مالک۔ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں ان دونوں لفظوں پر لکھا ہے:

"The man is the owner, the woman the chattel"

یعنی عورتوں کو مردوں کا محکوم وغلام کہا گیا ہے۔ دیکھئے! عورت کو وقعت یہود ونصاریٰ کے مذہبی لٹریچر میں "اگر کوئی مرد کوئی عورت لے لے، اس سے شادی کرے اور بعد اس کے ایسا ہو کہ وہ اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو، اس سبب سے کہ اس نے اس میں کچھ پلید بات پائی ہو تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے ہاتھ دے اور اسے گھر سے باہر کر دے" (کتاب الستثنا ۲۱:۴)

سموئیل اول ۱۵:۳ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو:

"خداوند نے ساؤل کو حکم دیا، 'تو جا اور عمالیق کو مار اور سب کچھ تیرا ہے۔ یک لخت سب کو قتل کر، ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت اور ننھے بچے اور شیر خوار، بیل، بھیڑ، اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر"

فی زمانہ یورپ نے بھی عورت کے استحصال میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ۱۴۹۴ء اور ۱۸۲۲ء میں جادوگری کے الزام میں سینکڑوں عورتوں اور بچوں کو ذبح کر دیا گیا۔ ڈاکٹر اسپرنگر کے مطابق "عیسائی دنیا میں ۹۰ ہزار عورتوں کو مختلف نامعقول الزامات میں زندہ جلا دیا گیا" بوسینیا میں مسلمان عورتوں کے ساتھ عیسائیوں نے جو سفاکانہ سلوک کیا، سن کر روح انسانی کانپ اٹھتی ہے۔ ۱۹۶۴ء میں امریکہ کے شہر کولمبیا میں صرف اس بنا پر فسادات شروع ہو گئے کہ ایک کالی عورت نے گورے دکاندار سے ذرا تلخ گفتگو کی تھی۔ ان فسادات میں ان گنت لوگ مارے گئے۔ دیگر حقائق ان کے علاوہ ہیں۔

یہاں ہم نے دنیا کے ان تین مذاہب میں عورت کے مقام کو واضح کیا جن کے ماننے والے کثیر تعداد میں ہیں۔ دیگر زیادہ تر مذاہب انہی مذاہب سے نکلے ہیں۔

المختصر! دنیا بھر کے مذاہب عورت کو اس کا جائز اور پروقار مرتبہ دینے سے قاصر رہے ہیں۔ یہ اسلام ہے جس نے عورت کے جملہ حقوق کا تحفظ کیا اور احترام وعظمت کی مسند پر بٹھایا ہے۔ آج دشمنان اسلام عورت کو بھٹکانے، اس کا ذہن پراگندہ کرنے اور اسے اس کے اصل مقام سے ناآشنا رکھنے کے لئے اپنی ساری طاقتیں وقف کئے ہوئے ہیں، بنت اسلام کو چاہئے کہ انہی حدود وقیود کی پاسداری کرے جو اس کے خالق ومالک اللہ جل مجدہ نے قائم کی ہیں۔ اسی میں اس کی بہتری اور دو جہاں کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نماز حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں

محقق دوراں جناب حافظ محمد نصر اللہ مدنی آسوی

اوقات نماز

نماز فجر کا مستحب وقت

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ وفی راویة: نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ

فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے۔ ایک روایت میں ہے: فجر کی نماز روشنی میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے۔

(ترمذی :154 مشکاۃ :614 طحاوی 179/1)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسفار کا معنی ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے، امام ابن ہمام نے اس کے جواب میں فرمایا: کہ اگر اسفار کا معنی فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے سے اجر زیادہ ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملے گا اور یہ بداہۃ باطل ہے۔ (فتح القدیر)

جمہور صحابہ کا عمل

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت رافع کی اس روایت کو حضرت بلال حضرت انس حضرت جابر حضرت قتادہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے اور اسی پر جمہور صحابہ کا عمل تھا اور اکثر صحابہ اور تابعین نماز فجر روشنی میں پڑھنے کے قائل تھے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ صحیح ہے کہ فجر کی نماز اسفار کی حالت میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ نماز کا ثواب جماعت کے ثواب کی مناسبت سے ہوتا ہے اور اسفار میں نماز پڑھنے سے عموماً شرکاء جماعت کی تعداد غلس میں نماز پڑھنے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

(مسک الختام 243/1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو فجر کو روشن کرکے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور قلب کو منور کرے گا اور اس کی نماز قبول فرمائے گا۔ (دیلمی، بہار شریعت 11/3)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ فطرت یعنی دین حق پر رہے گی جب تک فجر کو اجالے میں پڑھے گی۔ (طبرانی فی الاوسط، بہار شریعت 11/3)

مسئلہ: عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز غلس (یعنی اول وقت میں) مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔ (درمختار بہارشریعت:16/3)

حاجیوں کے لئے مزدلفہ میں نہایت اول وقت میں فجر پڑھنا مستحب ہے۔ (بہارشریعت:16/3)

بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر پڑھتے تھے پھر عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹ جاتی تھیں اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔ (بخاری 867 مسلم 645)

یہ اندھیرا یا تو مسجد کا ہوتا تھا کیونکہ مسجد نبوی بہت گہری تھی یا وقت کا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نماز فجر اول وقت ادا فرماتے تھے ان عورتوں کی وجہ سے تاکہ اندھیرے ہی میں اپنے گھر چلی جائیں، پھر عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تب یہ حکم بھی بدل گیا۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اندھیرے میں نماز فجر پڑھائی ہے بیان جواز کے لئے تاہم افضل یہ ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھی جائے۔ کیونکہ اندھیرے میں نماز پڑھنے والی تمام احادیث فعلی ہیں حضور ﷺ نے اندھیرے میں نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور روشنی میں نماز پڑھنے والی حدیث قولی ہے تو جب قولی اور فعلی میں تعارض ہو تو ترجیح قولی فعل کو ہوگی لہٰذا روشنی میں نماز پڑھنا افضل ہوا۔

نماز ظہر کا مستحب وقت

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب گرمی ہوتی تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھتے اور جب سردی ہوتی تو جلدی پڑھتے۔

(نسائی 248/1 مشکوۃ:620)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ (بخاری:536 مسلم :615 مشکوۃ :519)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ (بخاری:538)

ظہر کا آخر وقت

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لے کر ایک مثل سایہ تک رہتا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو مثل سایہ تک ظہر کا وقت رہتا ہے امام صاحب کے قول پر دلیل یہ حدیث ہے۔

حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ مؤذن نے ظہر کی اذان کہنا چاہی فرمایا: ٹھنڈا کر پھر ارادہ کیا فرمایا: ٹھنڈا کر یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ فرمایا: سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔ (بخاری :539)

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے۔ اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت دی اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد بھی رہتا ہے۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم

ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب سخت گرمی ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔

(مسلم :612 مشکوۃ:581)

یہ حدیث اس مقصد میں بالکل واضح ہے کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقاتِ نماز کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو اور مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے تہائی رات گذر جانے کے بعد عشاء پڑھو...... ۔(موطا امام مالک کتاب وقوت الصلاۃ باب وقوت الصلاۃ ص ۸)

یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آ گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آ گئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیئے گئے تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا اے اللہ تو نے ان کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کروں ۔

(بخاری حدیث نمبر 557 کتاب مواقیت الصلاۃ باب من ادرک رکعۃ من العصر قبل الغروب)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا۔ ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

سردیوں میں ظہر کی نماز گرمیوں کی نسبت جلدی ادا کرنا

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ گرمیوں میں نماز تاخیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھتے تھے۔ (نسائی کتاب المواقیت باب تعجیل الظہر فی البرد حدیث:495)

الغرض تمام احادیث کو پیش نظر رکھنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سردیوں میں نماز ظہر کو جلدی ادا کرنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا سنت ہے لیکن علم حدیث سے سطحی تعلق رکھنے والے بعض لوگ سردی و گرمی میں نماز جلدی ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ غیر مقلدین کے سرخیل وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: کہ ابتدائی وقت میں نماز پڑھنا افضل ہے جب کہ عشاء کو مؤخر کرنا اور گرمیوں میں نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا بہتر ہے (نزل الابرار: 56/1)

نمازِ عصر کا مستحب وقت

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی تاخیر کہ خود قرص آفتاب میں زردی آجائے کہ اس پر بے تکلف بے غبار و بخار نگاہ قائم ہونے لگے دھوپ کی زردی کا اعتبار نہیں۔ (بہارشریعت:17/3)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہوتا کہ نماز سے پہلے نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقع مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔

حدیث: حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ عصر کی نماز کو مؤخر فرماتے جب تک کہ سورج سفید اور صاف رہتا۔ (ابوداود کتاب الصلاۃ باب فی وقت صلاۃ العصر حدیث:345)

حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بمقابلہ تمہارے ظہر جلدی پڑھتے تھے اور تم عصر آپ ﷺ سے جلدی پڑھتے ہو (ترمذی 161 مشکوۃ 619)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر کی نماز وقت شروع ہوتے ہی نہ پڑھے کچھ دیر سے پڑھے۔ اگر حضور ﷺ وقت شروع ہوتے ہی پڑھا کرتے تو یہ حضرات اس سے پہلے کیسے پڑھ سکتے لہٰذا یہ حدیث امام اعظم کی تاخیر عصر پر قوی دلیل ہے حضرت ام سلمہ فرما رہی ہیں کہ اگر تم سنت کی اتباع چاہتے ہو تو عصر دیر سے پڑھا کرو۔

نمازِ مغرب کا مستحب وقت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے گتھ جائیں۔ (ابوداود 418 مشکوۃ 609)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے اور نماز کے بعد جا کر کوئی شخص بھی اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔ (مسلم 637 بخاری 559 مشکوۃ:596)

مغرب کے وقت میں مذاہب

امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (مغنی ابن قدامہ 231/1)

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وآخر وقت المغرب إذا اسود الأفق مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے۔(ہدایہ ص۴۰) اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ویصلی العشاء حين يسود الأفق رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب افق پر سیاہی پھیل جاتی تھی۔(ابوداود حدیث:394) اور افق پر سیاہی اس وقت پھیلتی ہے جب شفق ابیض بھی غروب ہو جائے

حدیث: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں أنا اعلم الناس بوقت هذه الصلاة صلاة العشاء الاخرة كان رسول الله ﷺ يصليها لسقوط القمر لثالثة کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔ (ابوداود حدیث:419 مشکوۃ 613)

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے۔نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ ستارے گتھ جائیں۔ (ابوداود 418 مشکوۃ 609)

نماز عشاء کا مستحب وقت

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر مشقت ہو جائے گی تو میں ان کو حکم فرما دیتا کہ ہر وضوء کے ساتھ مسواک کریں اور عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کر دیتا۔ (احمد:9220)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخَّرْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ.

اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس (عشاء) نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرما دیتا۔

(ابوداود حدیث ۴۲۲ کتاب الصلاۃ باب فی وقت العشاء الاخرۃ)

ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(الامن والعلی ص:۱۵۶)

شَطْرِ اللَّيْلِ سے مراد تقریباً آدھی رات ہے یعنی تہائی لَأَخَّرْتُ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو نمازیں آگے پیچھے کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔آپ عطاء الٰہی احکام شرعیہ کے مالک ہیں۔

نماز فجر اور عصر پڑھ لینے کے بعد نوافل ممنوع ہیں البتہ قضا نماز پڑھنا جائز ہے

حدیث: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے اور عصر کے بعد (بھی) کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ (بخاری: 586 مسلم: 827 مشکوٰۃ: 1041)

ان اوقات میں تحیۃ المسجد بھی پڑھنا جائز نہیں ہے ہر چند کہ تحیۃ المسجد کے امر میں عموم ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ان اوقات کے اندر نہی میں بھی عموم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو دی جاتی ہے۔ اور نماز فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نوافل پڑھنا مکروہ ہیں البتہ ان دو اوقات میں فوت شدہ نمازیں پڑھنے اور سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (قدوری شریف ص 97 باب الاوقات التی تکرہ فیہا الصلاۃ)

طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں قضاء کرنا

روایت ہے محمد بن ابراہیم سے وہ قیس بن عمرو سے راوی کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو فجر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا صبح کی نماز دو دو رکعتیں پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے پہلی والی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں تو رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ (ترمذی: 422)

اس حدیث سے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی سنتیں اداء کرنے پر استدلال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث متصل نہیں منقطع ہے۔ اس لئے کہ محمد بن ابراہیم اور قیس بن عمرو کے درمیان کوئی راوی چھوٹ گیا ہے اور خبر نہیں کہ وہ راوی فاسق ہے یا عادل اس لئے یہ حدیث مجہول ہے قابل عمل نہیں۔ اگر اس حدیث کو قابل استدلال بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ حدیث ان احادیث صحیحہ متواترہ کے معارضہ کے قابل نہیں جن سے ہم نے استدلال کیا ہے اور جن میں فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے صراحتہً نہی وارد ہے۔

نیز ترمذی میں اس حدیث کے بعد ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث بھی درج ہے جس میں صراحتہً طلوع آفتاب کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) نہ پڑھی ہوں تو ان کو طلوع آفتاب کے بعد پڑھے۔ (ترمذی: 423)

حدیث: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (وضوء وغیرہ کی تیاری میں نماز فجر سے لیٹ ہو گئے اور جب ہم لوگوں کے پاس آئے تو انہیں عبد الرحمٰن بن عوف صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں نماز مکمل کرنے کا اشارہ کیا تو میں نے اور نبی کریم ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی پاک ﷺ کھڑے ہوئے اور چھوٹی ہوئی ایک رکعت ادا کی اور اس پر کچھ بھی زیادہ نہ کیا۔ (ابوداود حدیث: 130 کتاب الطہارہ باب المسح علی الخفین)

یہ بات واضح ہے کہ آپ نے فجر کی سنتیں پہلے ادا نہیں فرمائی تھیں کیونکہ آپ کو تاخیر نماز کی تیاری کی وجہ سے ہوئی تھی اور اس طرح سے سنتیں رہ جانے کا واقعہ آپ کی زندگی میں شاذ و نادر ہی پیش آیا ہے اگر طلوع شمس سے پہلے سنتیں پڑھنی جائز ہوتیں تو آپ اس موقعہ پر بیان جواز کے لئے

ضرور پڑھتے۔

مکہ المکرمہ میں بھی فجر اور اور عصر کے بعد نوافل پڑھنا خلاف سنت ہیں

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کے بعد طواف کیا اور سوار ہو گئے ذوطوی میں جا کر دو رکعتیں پڑھیں۔

(بخاری :1628 کتاب الحج باب الطواف بعد الصبح والعصر)

اس سے معلوم ہوا کہ فجر کے بعد طواف کیا جائے تو اس وقت طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ طلوع شمس کا انتظار کرنا چاہئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر امام طحاوی نے موصولا بھی نقل کیا ہے۔

اذان سے قبل اور بعد درود شریف

بعض انتہاء پسند اور متشدد لوگ کہتے ہیں کہ اذان سے قبل صلاۃ وسلام پڑھنا بدعت اور گناہ ہے وہ حدیث پڑھیں اور اپنے مفتی کا فتوی بھی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو ثُمَّ صَلُّوْا عَلَيَّ پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے جنت میں ,,وسیلہ،، کی دعا کرو، کیونکہ وہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے لئے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔ (مسلم:384 مشکوۃ:657)

سعودی عرب کے مفتیءِ اعظم کا فتوی درود شریف تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے

شیخ عبدالعزیز بن باز لکھتے ہیں:

"وهي مشروعة في جميع الاوقات، ومتاكدة في آخر كل صلاة، بل واجبة عند جمع من اهل العلم في التشهد الاخير من كل صلاة وسنة مؤكدة في مواضع كثيرة، منها ما بعد الاذان، وعند ذكره - ﷺ، وفي يوم الجمعة وليلتها - كما دلت على ذلك أحاديث كثيرة.

یہ درود تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے اور نماز کے آخر میں اس کی تاکید آئی ہے بلکہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ہر نماز کے آخری تشہد میں اس کا پڑھنا واجب ہے یعنی اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی اور متعدد مقامات پر سنت مؤکدہ ہے- ان میں سے ایک مقام اذان ہونے کے بعد کا ہے اسی طرح جب حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی کی آواز کانوں میں سنائی دے تو اس وقت درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے- نیز جمعہ اور جمعہ کی رات کو اس کا پڑھنا سنتِ نبوی ہے کیونکہ کثرت سے حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ((الاحتفال بالمولد النبوی)) ص:۲۳

اتنے بڑے مفتی کا فتوی دینا کہ درود شریف ہر وقت جائز ہے اب کسی کو اذان سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ وہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا سنتِ مؤکدہ کہہ رہے ہیں تو پتہ چلا کہ اذان کے بعد درود شریف نہ پڑھنے والے سنتِ مؤکدہ کے تارک ہیں سنتِ مؤکدہ کا تارک اہل حدیث کیسے ہو سکتا ہے اب میں دنیائے وہابیت کو مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر اُن کو اذان سے قبل درود شریف پڑھنے پر اعتراض ہے تو

کوئی بات نہیں وہ اذان کے بعد ہی درود شریف پڑھنا شروع کر دیں تا کہ وہ صحیح اہل حدیث بن سکیں کیونکہ اس کے متعلق واضح حدیث ہے۔

کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے۔ امام صاحب کے نزدیک اقامت کے سترہ کلمات ہیں اور یہ (ترمذی:192 اور ابوداود:502 کی حدیث سے بھی ثابت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابومحذورہ کو اقامت میں سترہ کلمات سکھائے تھے۔

حدیث: عن عبد الله بن زيد رضى الله عنه قال كان اذان رسو ل الله ﷺ شفعا شفعا في الاذان والإقامة .

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔ (ترمذی حدیث نمبر:194)

امام ترمذی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ عبدالرحمٰن بن لیلیٰ نے عبداللہ بن زید سے یہ حدیث نہیں سنی یعنی یہ حدیث منقطع ہے۔ مگر ثقہ کا انقطاع ہمارے اور جمہور کے یہاں قادح نہیں ہے۔

حدیث: امام ابوداود اپنی سند کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو نماز کے لئے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر رہے تھے تو اس وقت وہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے فقام على المسجد فأذن ثم قعد قعدة ثم قام فقال مثلها إلا أنه يقول قد قامت الصلاة وہ مسجد میں کھڑا تھا اس نے اذان دی اور تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلاۃ بھی کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا، بلال کو یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان دلواؤ۔ (ابوداود:506، شرح معانی الآثار:133/1)

اس حدیث میں تصریح ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات میں کوئی فرق نہیں سوائے قد قامت الصلاۃ کے امام ابوداود کے علاوہ اس حدیث کو حافظ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ:138/1)

بیہقی نے سنن کبریٰ میں ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کی کہ انہوں نے اذان کے کلمات بھی دو بار کہے اور اقامت کے بھی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری 103/5)

حدیث: امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔ (شرح معانی الآثار:136/1)

حدیث: عن اسود عن بلال رضى الله عنه انه كان يثنى الاذان ويثنى الإقامة .

امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

(شرح معانی الآثار:134/1)

حدیث: عن سوید بن غفلة قال سمعتُ بلالا یؤذن مثنی ویقیم مثنی ۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے ہوئے سنا۔

(شرح معانی الآثار: 134/1)

سوید بن غفلہ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ میں اس وقت پہنچے تھے جب کہ حضور ﷺ کو دفنایا جا چکا تھا اس لئے انہیں شرف صحابیت حاصل نہ ہوا۔ظاہر ہے کہ انہوں نے حضرت بلال کی اذان اور اقامت حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہی سنی ہوگی اور یہ وہی اذان اور اقامت ہوگی جو عہد رسالت کے آخر میں کہی جاتی ہوگی۔

معلوم ہوا کہ حضرت بلال کو پہلے اقامت میں ایتار کا حکم دیا گیا تھا لیکن آپ کے آخری عمل سے ثابت ہوا کہ اذان اور اقامت ایک جیسی ہیں اور پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔

غیر مقلدین کے امام شوکانی کا فیصلہ

امام الوہابیہ قاضی شوکانی حضرت ابو محذورہ کی روایت کو بنیاد بناتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عمل کو منسوخ قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

حضرت ابو محذورہ والی روایت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے مؤخر ہے جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اکہری اقامت کہنے کا حکم دیا گیا تھا چونکہ حضرت محذورہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اکہری اقامت کہنے کا شروع شروع میں حکم دیا گیا تھا لہذا حضرت ابو محذورہ والی روایت نے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا، بلکہ ابو الشیخ نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں اذان دی تو حضور ﷺ بھی وہاں موجود تھے تو وہ اذان و اقامت ایک جیسی تھی اور اس میں دو دو دفعہ کلمات کو دہرایا گیا ہے جب تمہیں یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو واضح ہوگیا کہ جن احادیث میں ڈبل اقامت کا ذکر ہے وہ دلیل بن سکتی ہیں اور اکہری اقامت والی احادیث طرق مختلفہ اور صحیحین میں وارد ہونے کی وجہ سے گو کہ زیادہ صحیح ہیں لیکن ڈبل اقامت والی احادیث میں ایک زائد چیز کا تذکرہ ہے۔لہذا ان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔خاص طور پر اس لئے بھی کہ ان میں آخری زمانہ کا تذکرہ ہے جیسے کہ ہم بتا چکے ہیں۔ (شوکانی نیل الاوطار 24/2 باب صفۃ الاذان)

لو اب تو فیصلہ ہی ہوگیا اب کسی بحث مباحثہ کی گنجائش نہیں رہی کیونکہ غیر مقلدین کے صف اول کے عالم نے دوہری اقامت والی روایت کو ترجیح دے دی ہے۔اللہ تعالیٰ حق قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین

ٹوپی وعمامہ کا حکم اور ننگے سر نماز کی ممانعت احادیث کی روشنی میں:

سر ڈھانک کر نماز پڑھنا آقا کریم ﷺ کی ایسی دائمی سنت ہے کہ جس پر آپ ﷺ نے عمر بھر عمل فرمایا اور آپ ﷺ نے سوائے حج کے کبھی بھی ننگے سر نماز ادا نہ فرمائی بلکہ عام زندگی میں بھی آپ ﷺ کا ننگے سر رہنا کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں۔ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے اگرچہ عمامہ شریف کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی تاہم صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی حدیث اور عمل سلف وخلف سے ثابت ہے۔

چنانچہ امام حقانی قطب ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْمُرُ بِسَتْرِ الرَّأْسِ بِالْعِمَامَةِ أَوِ الْقَلَنْسُوَةِ وَيَنْهَى عَنْ كَشْفِ الرَّأْسِ فِي الصَّلَاةِ﴾ نبی ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ (کشف الغمہ 87/1)

امام حقانی قطب ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق غیر مقلدین کے امام مولوی ابراہیم سیالکوٹی ساجد میر کے دادا لکھتے ہیں: کہ آپ مصر کے اولیاء اللہ میں سے تھے مجھ نابکار کو ان سے بہت عقیدت ہے میں نے ان کی کتب سے بہت فیض حاصل کیا اور میں نے ان کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔ (تاریخ اہل حدیث حاشیہ 115-110)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کی طرح ننگے سر نماز نہ پڑھو۔ (کنز العمال ج ۴ ،فیوض الباری حصہ ۲ ص ۸۷)

علامہ کاسانی حنفی فرماتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، تہبند اور عمامہ۔ (بدائع الصنائع 219/1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلصَّلَاةُ فِي الْعِمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشْرِ الافِ حَسَنَةٍ ۔

عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔ (المسند الفردوس للدیلمی ۲/۴۰۶، (جامع الاحادیث از امام احمد رضا)

پانچ نمازیں ننگے سر پڑھی جائیں تو پچاس ہزار نیکی کا نقصان ہوگا۔ عقلمندوں کے لئے یہ معمولی نقصان نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ فَإِذَا وَضَعُوا الْعَمَائِمَ وَضَعُوا عِزَّهُمْ﴾ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامے اتار دیں گے تو وہ اپنی عزت اتار دیں گے۔ (جامع صغیر حدیث 5724)

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْعِمَامَةُ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ فَصْلُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ يُعْطَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِكُلِّ كَوْرَةٍ يُدَوِّرُهَا عَلَى رَأْسِهِ نُوْرًا﴾

ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیازی علامت ہے۔ عمامہ کا ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس کے بدلے میں قیامت کے دن نور عطا کیا جائے گا۔ (جامع صغیر (عربی) حدیث 5725

یعنی بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا طریقہ مشرکین ہے اور ٹوپی پر عمامہ باندھنا طریقہ مومنین ہے۔ (مراۃ 105/6) یعنی اکثری عمل یہ ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكعةً بِلَا عِمَامَةٍ﴾

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔ (جامع صغیر حدیث 4418 اخرجہ الدیلمی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَهُ یُصلون عَلَی اَصْحَابِ الْعَمَائِمِ یومَ الْجُمُعَةِ ۔بیشک اللہ تعالی اوراس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (جامع صغیر (عربی) حدیث 1817)

کانوں تک ہاتھ اٹھانا

عن البراء بن عازب رضی الله عنه قال: كان النبي ﷺ إذا كبر لإفتتاح الصلاة رفع يديه حتى يكون إبهاماه قريبا من شحمة أذنيه ،

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی نرم جگہ (لو) کے قریب ہوجاتے۔ (شرح معانی الاثار 195-197/1)

عن مالك بن الحويرث انه رأى النبي ﷺ يحاذي بهما فروع اذنيه

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کانوں کی لوتک ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

(مسلم:391 مشکوۃ:795)

بعض روایت میں کاندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اور بعض میں کانوں تک فقہاء احناف کی نظر چونکہ صرف ایک حدیث پر نہیں بلکہ احادیث پر ہوتی ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ ,,تکبیر کہتے وقت اس طرح ہاتھ اٹھاؤ کہ تمام احادیث پر عمل ہو سکے کہ ہاتھ کی انگلیاں کانوں کے برابر انگوٹھے کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔

نماز میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا

حدیث: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نماز میں دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھیں

بخاری کتاب الاذان حدیث-۷۴۰-مشکاۃ کتاب الصلاۃ حدیث-۷۹۸

وضاحت:-ذراع کلائی سے لیکر کہنی تک کو کہتے ہیں یہاں ناف کے نیچے کلائی پر ہاتھ رکھنا مراد ہے اگر سینہ پر ہاتھ رکھنا مراد ہوتا تو مرد کی قید نہ ہوتی کیونکہ عورتیں سینہ پر ہاتھ رکھتی ہیں۔(مراۃ شرح مشکاۃ)

حدیث: حضرت قبیصہ بن ہلب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرتے تھے تو اپنا بایاں ہاتھ دائیں سے پکڑتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں ہلب کی حدیث حسن ہے بعض صحابہ کرام،تابعین اور دیگر فقہاء کا یہی مسلک ہے کہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ بعض کہتے ہیں ناف کے اُوپر رکھے اور بعض کہتے ہیں ناف کے نیچے رکھے ان کے نزدیک دونوں میں گنجائش ہے

(ترمذی کتاب الصلاۃ حدیث-۲۵۲-مشکاۃ کتاب الصلاۃ حدیث-۸۰۳)

وضاحت:-اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کی کلائی پکڑے اور دائیں ہاتھ کی تین انگلیاں اس کی کلائی پر رکھے (ناف کے نیچے) جیسا آج کل

عام مسلمان کرتے ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوۃ)

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے دائیں ہاتھ کو اس طرح رکھا کہ وہ بائیں ہاتھ کی پشت گٹے اور کلائی پر تھا۔ (ابوداود کتاب الصلاۃ حدیث-۷۲۷)

اس سلسلہ میں تین قسم کے عمل منقول ہیں

(۱) دائیں کلائی کو بائیں کلائی پر رکھنا جیسا کہ حدیث (۱) میں ہے۔

نمبر:۲ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھنا جیسا کہ حدیث (۲) میں ہے۔

نمبر:۳ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑنا جیسا کہ حدیث (۳) میں ہے لیکن بعض لوگ پہلی حدیث پر عمل کر کے بقیہ احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن فقہاء احناف کی نظر چونکہ احادیث پر وسیع ہے لہذا اُن کے ہاں مسنون و مستحسن یہ ہے کہ ان تمام صورتوں کو جمع کیا جائے تا کہ تمام احادیث عمل پر ہو جائے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

عن علی رضی اللہ عنه قال: اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہاتھ کو دوسرے پر رکھ کر ناف کے نیچے باندھا جائے۔

(ابوداود حدیث:۷۵۶ کتاب الصلاۃ، احمد:833 المصنف ابن ابی شیبہ 391/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبى ﷺ وضع يمينه على شماله فى الصلاة تَحْتَ السُّرَّة۔

علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔ (المصنف ابن ابی شیبہ 390/1 مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الإفطار وتاخير السحور ووضع اليد اليمنى على اليسرى فى الصلاة تَحْتَ السُّرَّة۔

تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں روزہ جلدی افطار کرنا دیر سے سحری کھانا اور نماز میں ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔ (الجوہر النقی علی البیہقی-)

وضاحت:- جن روایات میں فوق السرہ (ناف کے اوپر) یا فوق الصدر (سینے کے اوپر) ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ حنفیہ کے نزدیک بیانِ جواز پر محمول ہیں۔ (باقی انشاء اللہ آئندہ شمارے میں)

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** September 2013
Reg.No. C.P.L.169

